



# صبح خندان

Checked 1978

مصنفہ

شاعر ہمایہ کی کلیم جناب منشی محمد میر اللہ صاحب تسلیم لکھنوی

حسب فرمایش

محمد نثار حسین نثار مالک قومی پریس کا رخاۂ عطر و پیما یار

شعار

قومی پریس واقع لکھنؤ چوک مین چہی

(کُل عنوان محفوظ ہیں)

## عمدہ اور جدید کتابیں

۸۹۱۵۲۴

## آئینہ ایمان

جناب مفتی خالد حسن مرحوم بار جناب منشی امیر محمد صاحب امیر لکنوی نے یہ رسالہ ایمان اور مسائل اعتقاد میں بہت تحقیق و تدقیق سے لکھا تھا۔ اب اچھے انتقال کے بعد چھپا ہے۔ نہایت آسان اور سلیس اردو میں ہے۔ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اس رسالے کو پیش نظر رکھے۔ قیمت فی جلد - - - - -

## دیوان صغیر

یہ دیوان حضرت شاہ منیر مرحوم لکنوی کا ہے حضرت منیر رنگ مرحوم کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ مرحوم نے اپنی بابرکت اور طو لانی زندگی صرف شرو و سخن کے بند کر دی تھی۔ اردو نظر کے لیے قابل اس سے زیادہ مفید کوئی ترکیب نہیں ہے کہ اچھے سخن کا کلام عام سطح آسانی کرتے ہوئے اور کیا کی مدد سے بے شائبہ کیا جائے۔ قیمت مع محصول - - - - -

## دلچسپ کا دوسرا حصہ

پچھلے عشق کی دگدگات تیرہ ہمارے دلی جذبات کی اہلی تصویر۔ ایک پاکیزہ عاشق کی تیار بنا ہو گئیں۔ ایک پاکیزہ عاشق کا عصمت نامضبطہ ہندوستانی مردوں کے خون و کھیر و لولون کی انتہا۔ ہماری عورتوں کی پہلے جیسی اور پاکیزہ تھی۔ اپنے دلچسپ کا دوسرا حصہ "فرخ اور سکا عشق" بہ نہایت سونرا اور پر جوش اردو میں نازک کیا یون کے نئے نئے پلے پیدا کر کے نہایت اہتمام سے چھاپا گیا ہے۔ قیمت فی جلد - - - - -

## تقریب الاطفال

Checked

یہ رسالہ عربی خوان طلبہ کے واسطے مفید ہے کہ جسکی تعریف لفظوں میں ممکن نہیں صرف اسکو پڑھا دیجیے اور عربی عبارت کہنے اور سمجھنے کی بیاقت موجود۔ قیمت مع محصول - - - - -

## خیالات نادرہ

تفصیح فارسی میں تصوف کی لاجواب کتاب ہے۔ قیمت فی جلد - - - - -

## البرٹ بل

یہ ڈراما جو اصل ہندوستان کی پہلی پولیٹیکل اردو تصنیف ہے جو مزور اس قابل ہے کہ ہر مذہب و ملت میں اور ہر شخص کی زیر اس کی ایک کاپی ہو۔ قیمت فی جلد - - - - -

## پیام یار

اردو شاعری اور نظم کا اکیلا ہمدرد

جذبات کا دریا نہایت کاچہ نہایت متشعل ہو تو تازہ اداون کا اہم بیسی وہ اچھوتا سمیٹہ سمیٹہ خاص خاکے پاس سے نازل ہو گیا۔ اسکا ڈرامہ کہہ جاتے ہیں۔ یاد ہو چکا ہے جو کونک نے زبان اردو میں دھوبی کو کہا تو کونک کا حکم کیا کیا کر لیا۔ وہی جس نے پیام یار کی کتھی کہن۔ قیمت عام سا کہ روپیہ سا نہ مع محصول - - - - -

اِنَّ مِنَ الشَّعْرِ حِكْمَةً اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا

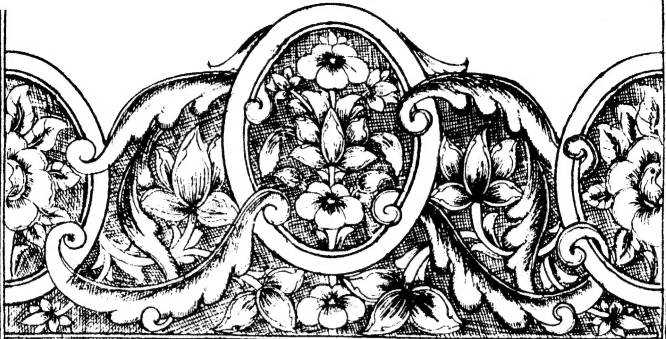
میرزا محمد اسد علی خاں جوہر صاحب دہلی



سبب ماہرین خاک ارغوان شاہین خانہ دہلی میں مندرجہ بالا

قومی پریس لکھنؤ چوک میں چھپی ہے





بسم اللہ الرحمن الرحیم

خبردار ہو اے دل مستِ حالؑ  
 انگلیں طبیعت میں کچھ اور ہیں  
 روانِ قلزمِ نکتہ دانی سے آج  
 تصور اٹھاتا ہے پھر نازِ فکرؑ  
 یہ مفہوم ہوتا ہے ادراک سےؑ  
 کیے جسے پیدا بصد آب و تاب  
 ہویدا کیے ہر ماضی و حالؑ  
 بنایا عجب یہ طلسمِ جہان  
 سوادِ یکھنے کے خبر کچھ نہیںؑ  
 چھپائے ہجنانہ انس و جانؑ  
 دو عالم کا رزاقِ مطلق ہے وہ  
 خدائی اُسی کو سننا وار ہےؑ  
 یہ جو کچھ ہے پیشِ نظر جلوہ گر  
 تمام اُسے قدرت سے پیدا کیےؑ  
 نہ بیٹا نہ بیٹی نہ مان باپ ہے

نوید سخن دے رہا ہے خیالؑ  
 ارادے نئے ہیں نئے طور ہیںؑ  
 زبان موجِ بحرِ معانی ہے آج  
 دل و جان بین ہمازد و مساز فکرؑ  
 کچھ ایسا ہے پھر ایزد پاک سے  
 زمین و فلک ذرہ و آفتاب  
 شب و روز شام و سحر ماہ و سالؑ  
 کہ نہاں عیاں سے نہاں سے نہاں  
 نظر میں ہے بکچھ مگر کچھ نہیںؑ  
 کہ جس طرح آنکھوں سے پتلی نہاں  
 یہ جتنے ہیں باطل ہیں برحق ہے وہ  
 سوا اُسکے جو کچھ ہے بیکار ہےؑ  
 نہاں خیمِ بیات سے جس قدر  
 حجابِ عدم سے ہویدا کیے  
 ہمیشہ سے وہ آپ ہی آپ ہے

اُسے حاجتِ یار و ہدم نہیں ۛ  
 مظاہرین اُسکے درونِ دہر وں ۛ  
 تبسم لب غنچہ گلِ مین ہے ۛ  
 دلون مین غلش ہے غلش مین قراء ۛ  
 کیا ہر طرف جلوہ انبروز بلغ ۛ  
 دم کن کیسے خلق نزدیک و دور ۛ  
 دلون مین غم عشق پیدا کیا ۛ  
 خموشی کی لذت لب گل کو دی ۛ  
 دکھا کر رخ شمع کاشانہ کو ۛ  
 دل قیس محزون کو پر خون کیا ۛ  
 جفا عشق شیرین مین ایجا دی ۛ  
 روان جستجو مین کیا آب کو ۛ  
 جباب لب آسجو و مبدم ۛ  
 اُسی کی ہوا مین بڑھا اضطراب ۛ  
 صدف کو گہر آب گوہر کو دی ۛ  
 عطا کی تڑپ برق بیتاب کو ۛ  
 چھپا یا شہ رسیہ سنگ مین ۛ  
 جدا و ہم سے اُسکے اسرار مین ۛ  
 خرد کو خدا تک رسائی نہیں ۛ  
 پس پردہ غیب سے دبدم ۛ  
 شرارون سے بھرتا ہے وہ سنگ کو ۛ  
 کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ۛ  
 گدا کی نہ پروانہ غم شاہ کا ۛ  
 بجا ہے جو کوئی تمنا نہیں ۛ  
 کروں اُسکے اسرار حکمت بیان ۛ

کوئی راز سے اُسکے محرم نہیں ۛ  
 تصور سے افرون گمان سے فزون ۛ  
 نمک شورِ فریادِ بلبل مین ہے ۛ  
 لبون مین نقان ہے نقان مین صدا ۛ  
 چمن مین گل لالہ مین داغ ۛ  
 فلک پر ستارے ستارون مین نور ۛ  
 گلون پر عشا دل کو شیدا کیا ۛ  
 تمنا ہے فدا یا دببل کو دی ۛ  
 جلایا دل و جان پروانہ کو ۛ  
 محبت مین لیلے کی مجنون کیا ۛ  
 گئی راگن جان فرما دی ۛ  
 پھرایا تمنا مین گرد آب کو ۛ  
 اُسی کی محبت کا بھرتا ہے دم ۛ  
 رگ نبض بسل جی موج آب ۛ  
 حقیقت مین کیا چیز حق کو دی ۛ  
 کیا خلق بے چین سیاب کو ۛ  
 بھرا سوزِ لغت دل تنگ مین ۛ  
 یہاں فہم و ادراک بیکار مین ۛ  
 جہان تک خرد ہے خدائی نہیں ۛ  
 دکھاتا ہے عالم کو ہست و عدم ۛ  
 اوڑاتا ہے بے بال و پر رنگ کو ۛ  
 و مان دخل ہرزہ خیالی نہیں ۛ  
 و مان رتبہ کیا دولت و جاہ کا ۛ  
 سوا عاجزی کے و مان کیا نہیں ۛ  
 مرے نطق مین اتنی قدرت کہاں ۛ

ہیان اختصار بیان چاہیے  
صواب الجملہ عذر تقصیر ہے  
اٹھاتا ہوں ماتھے اب دعا کے لیے

سکوت آشنائے زبان چاہیے  
غموشی ہم آوازِ لقا ہے  
کہیں دوست آئین خدا کے لیے

### مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

اے مہربان صدفِ تری شان کے  
عطا کر کوئی دل سناوارِ عشق  
اٹھاتا رہے یو فاون کے ناز  
الجمہتار رہے زلفِ خم دار سے  
خفا نام سے شا دمانی کے ہوئے  
نہ گہرائے تکلیفِ ایام سے  
ہوا خواہ زلفِ پریشان رہے  
نہ دیکھے کبھی شکلِ آسودگی  
عزیز آئینا دوست سے تنگ ہو  
سرشک جگر رنگ رویا کرے  
نہ راضی ہو گل سے نہ خوش باغ سے  
رضا جوے نامہربانی رہے  
گلوے کا انداز پیدا کرے  
شر جس طرح ہو رگِ سنگین  
دمِ مرگ تک محو پرستی کرے  
کبھی غمِ الم بیکسی کا نہ ہو  
چراغِ حدم شمعِ تجنا نہ ہو  
رہے حسرتِ جاہ و حشمت سے دور  
نہ لجا کسی اہل دنیا کے پاس  
وہ حاجت نہ دے جس سے ہو کر خیر  
جدا جس گھڑی جسم سے جان ہو

ادھر بھی اشارے ہوں احسان کے  
ہوا خواہ غم ناز بردارِ عشق  
نہو بے نیاز دن سے خود بے نیاز  
چلتا رہے سر کو دیوار سے  
نقدِ غم جاودانی کے ہوئے  
بگرتا رہے نامِ آرام سے  
شہیدِ غم سینہ پریشان رہے  
رہے خاکِ پامالِ فہرِ سودگی  
تلی اُسے طعنِ تنگ ہو  
لموے رخِ زرد دھویا کرے  
بہاتا رہے سوزِ ششِ داغ سے  
دعا گوے آشفۃ جانی رہے  
ہمیشہ طوافِ آپ اپنا کرے  
رہے عمر بھر سینہ تنگ میں  
کنا رِ لحد میں بھی مستی کرے  
ترا ہو کے ہر گز کسی کا نہ ہو  
فروغِ دل خویش و بیگانہ ہو  
ہمیشہ رکھ اسبابِ نجات سے دور  
یونہی رہنے دے ہدمِ دردِ ویاں  
خیلون کی دیکھوں میں چینِ حسین  
رفیقِ رومِ مرگ ایسا نہ ہو

دم فقہ پر سش خیر و شہد  
 خیال اس قدر یا اتنی رہے  
 بھر و ساند طاعت نہ اخلاص پر  
 وہ بد عہد ہوں سست چان ہوں مین  
 کہا تنگ کروں عذر مین رو سیاہ  
 مین توبہ سے ہوں پاک دشوار ہے  
 اسی وجہ سے اسے خداوندگار  
 کرم کو ترے سنکے آیا ہوں مین  
 رہوں یاس و حسرت مین کبتک تباہ  
 کہاں جاؤں اس دگر سے منہ موڑ کر  
 مجھے اور کس سے سروکار ہے  
 کیا ہست خاکِ عدم سے مجھے  
 کسی کا تہ مین گرد و ماسان ہوا  
 مرادون سے اپنی رہا کامیاب  
 مقابل دم عہد پیری ہے اب  
 بنا تنگ ہوں ناتوانی سے مین  
 نہ جنبش سے مطلب نہ آرام سے  
 گھٹین تو تین ناتوانی بڑھی  
 شب و روز مین ضعف پیری کے زور  
 تو اس وقت مین بھی مددگار ہو  
 ہی ہے ترے فضل سے آرزو  
 سو اس درجہ چشم شاہ کے  
 نہ لجا کسی کے در فیض پر  
 تپن دل مین عشق ہمیشہ کی ہے  
 مجھے نقش ہا مال حیدر رہنا

بدولت گناہوں کے رسوا نہ کر  
 نہوں مین اگر رو سیاہی رہے  
 نظر سے فقط رسمت خاص پر  
 کہ توبہ سے اپنی پشیمان ہوں مین  
 کہ ہر دم کے مین ساتھ لاکھوں گناہ  
 یہ ابر کرم کا ترے کار ہے  
 در فیض پر بفضل شرمسار  
 تقاضا سے اسید لایا ہوں مین  
 ادھر بھی کر مینا نہ کوئی نگاہ  
 ملون کس سے یا رب تجھے چھوڑ کر  
 مرا کون حامی مددگار ہے  
 دیا تو نے سب کچھ کرم سے مجھے  
 نہ شرمندہ داغ آسان ہوا  
 دکھاتی رہی کامرانی شباب  
 زمان غم ناگزیری ہے اب  
 گرا بنا رہوں زندگانی سے مین  
 تھکے دست و پا اپنے ہر کام سے  
 اجل سے ہے کچھ زندگانی بڑھی  
 مجھے تکیہ ہے خشت بالین گور  
 مرا تو ہی دلو ز غم سوار ہو  
 نہوں مین زمانے مین بے آبرو  
 خدیو ملک خوفک جاہ کے  
 کہ مین خم سہ جہہ فرسانہ کر  
 جگر شکنی شاہ کو ترکے سے  
 غبار و آل حیدر رہنا

پست کر سردا من پاک سے

دم حشر اٹھوں بستر خاک سے

نعت سرور کائنات مفرج موجودات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اصحابہ وسلم

مؤدب ہوا ہے کلک گوہر نشان  
نفس گرد راہِ مدینہ سے آج  
چلتی ہے بجلی یہاں طور کی  
لب ترشنا گوہر کے ہین  
ہوا نیت سے ہست ہو کر عیان  
زمین و فلک کچھ نہ آتے نظر  
انہیں کے ہر صدقے میں کون و مکان  
ہوے ختم سب آپ کی ذات پر  
گر انما یہ اخلاق و اشفاق سے  
گرامی زمانے سے ہر بات میں  
نہ دل میں تکلف نہ سر میں غور  
مگر صورتِ عکس مہ خاک سار  
غریزون سے پرین آتے عزت کی ساتھ  
کرم کی ہزاروں طرح یاد تھی  
یگین نبوت کے نقشِ مبین  
ہوئی ظلمتِ کفر و روشن سواد  
زمین پر گرے ڈرے بت سنگ کے  
پناہِ جان تھے جہاں پناہ  
نقوشِ قلم کی ضرورت نہ تھی  
ادانم اسرارِ تفسیر کے  
مخاطبِ خطابِ الہی تھے

سنبھلے زبانِ عقیدت بیان  
محبت سے لبریز سینہ ہے آج  
تنہا میں ہے روشنی نور کی  
دہن میں مزے آبِ کوثر کے ہین  
محمد کہ جنکی بدولت جہاں  
نہ ہوتے عدم سے جو وہ جلوہ گز  
انہیں کی بدولت ہے سارا جہاں  
فضائل ہین کونین میں جس قدر  
شرافت میں ہمیشہ آفاق سے  
یگانہ تواضع مدارات میں  
تعلیٰ سے طبعِ معلیٰ نفور  
ہمیشہ فلکِ برسرِ امتبار  
صحابہ سے ملتے محبت کے ساتھ  
مروت سخاوت خداداد تھی  
سلیمان اور ننگِ شریعت میں  
جدھر جنگ میں چکی تیغِ جہاد  
جو اعجاز دیکھے نئے رنگ کے  
دو عالم میں وہ دادگر بادشاہ  
انہیں علمِ ظاہر کی حاجت نہ تھی  
زبانِ دان تھے اقلیمِ توحید کے  
مفسر کتابِ الہی تھے

جو ممکن تھا علم کو نین میں  
سر سو بھی سپر وہ ظاہر کیا  
حجاب زمین و زمان اٹھ گیا  
ہوے محرم رمزد اسرار عشق  
خودی سے جدا ہو کے مثل حباب  
زبان گہر سنج و گوش و بصر  
شہ مرسلان آپ کا یہ غلام  
سب کیا جو ذرات پر مضطرب  
جدا ہے درِ روضہ پاک سے  
خفا روز و شب زندگانی سے ہے  
اسیر بلا ہے چھڑا لیجیے  
وہان آ کے حسرت زدہ دور سے  
ہجوم متناہین شوریدہ سر  
تقاضا کے بتیابی ذوق سے  
ادب سے کھڑا ہو کے پیش مزار  
پر سے دم بدم رو کے خون جگر  
صاحب سے اخلاص ظاہر کرے

پڑھا کتب قاب تو سین میں  
علوم دو عالم سے ماہر کیا  
سر پر وہ این و آن اٹھ گیا  
بنے بندہ شاہ سرکار عشق  
ہوے غرق بحر حقیقت شباب  
ہوے حق بیان حق شنو حق نگر  
جگر خستہ ناکام تسلیم نام  
ابھی تک ہے ہندوستان میں خراب  
پشیمان ہے شوق طربناک سے  
دل آزدہ آشفۃ جانی سے ہے  
بدینے میں اپنے بلا لیجیے  
ملے چشم تر خاک پر نور سے  
پھرے گردِ روضے کے شام و سحر  
نکالے تنائے دل شوق سے  
کرے عرض بتیابی جان زار  
درد و آہ پر آپ کی آل پر  
عقیدت سے آگاہ و ماہر کرے

ملح ہلال رکاب انجم خدم صاحبِ طبل و علم عالیجناب نواب  
کلب علیخان صاحب ہمدرد و الی رام پور

خبرے مری سانی شوخ و شنگ  
بھٹکا شیشہ بادہ بھر جلد جام  
پلا کوئی دم سا غزل بھئی  
دم جو شش اٹھا کرین کا غنیمت  
فلک رتبہ کلب علیخان جسے  
مقابل ہو جو اس سے بدخواہ جاہ

کہ آیا ہون پر ہیز گاری سے تنگ  
غم پسند و اعظ کو میرا سلام  
شناختہ شور قفل مجھے  
لکھوں مدح شاہنشہ جم چشم  
کرین بندگی مہر وہ دور سے  
نظر آئے مثل سپر و سیاہ

جو ہو متقبل نطفہ بد سگال  
 اگر کھینچے شمشیر روز مصاف  
 زمانے میں تھے اسکے جتنے عدو  
 شاکر دم تیغ سے جا بجاء  
 یہ بخشش نے اسکی دکھایا کمال  
 ہمیشہ کف جو دے کے رو برو  
 و فور سخاوت سے آئی نطفہ  
 مٹے ریزیں سیم وزر سے تمام  
 فلک در پر آتا ہے امید دار  
 نہیں کام کچھ آسکو جز کارِ عدل  
 متاعِ ستم بسکہ نایاب ہے  
 نشان تک نہیں رسم بیداد کا  
 و فورِ طرب سے بیان اسقدر  
 در فیض ہے مرجع خاص و عام  
 ہجوم متناہین اسقدر  
 اگر دیکھ لے جلوہ حسن پاک  
 جبین سے عیان شوکت خسروی  
 لکھے ہیں جو قسمت میں عشرت کے نور  
 ہر اک علم کے نکتہ نامے نہان  
 خصوصاً فرین شکر میں وہ کمال  
 اگر دیکھتا یہ سخن گستری  
 سراپا ہے عجا ز فن کے لیے  
 کسی میں یہ شیوا زبانی کہان  
 سنے گر یہ مضمون زیر زمین  
 دم دید نظر رہ دیوانہ ہے

قضا بطن مادر میں دے گو شمال  
 نظر آئے دشمن سے میدان صاف  
 ہوے چاک مدفن میں صرف رفو  
 قضائے کیا شکر فرصت ادا  
 کہ تینالہ لب سے حرف سوال  
 کرے کو تہی دامن آرزو  
 ہوس تا گلو غرق آب گھر  
 خطوط کف دست ہر خاص و عام  
 لیے ہر سہ کا سہ زر نگار  
 شب دروزے گرم بازارِ عدل  
 کتان پنبہ داغِ متاب ہے  
 فقط نام بستے ہیں سر یاد کا  
 کہ رکھتا ہے نغمہ کا نالہ اثر  
 شب دروزے خلق کا اردو جام  
 کہ جا کر پھر آئے سلامت نظر  
 گریبان صبح قیامت ہو چاک  
 بشکل و عائنہ ضعیفان قوی  
 مزے رہتے ہیں صرف دولت کے روز  
 زبان پر بدیہی کی صورت عیان  
 نہ ہمایہ قدسی نہ ہمسر کمال  
 نہ منہ کھوتا شرم سے آفریں  
 میسما ہے گویا سخن کے لیے  
 میسر یہ جادو بیانی کہان  
 ظہوری کہے آفرین آفرین  
 ہر اک بیت گویا پریشانہ ہے

تخیر میں ہے دیکھ کر جب کو جسم  
میسر نہ خاقان و سنجر کو تھا  
فقط قدر دانی حضرت سے ہیں  
دعا گو سے دولت ہیں شام و سحر  
مری کیا حقیقت مری کیا مجال  
نہ واقف رہ نکتہ دانی سے میں  
نہ شعر و سخن کو مرے کچھ وقار  
خس کو سے بے اعتباری ہوں میں  
نموشی کے پردے میں جاد و بیان  
زیادہ نہیں خوب انظار میں  
دعا گو ہوں مجھ کو دعا چاہیے  
چمن میں ہیں جبتک گل و یاسمن  
پریشان جب تک سے ہو چار سو  
رہے گلشن دہر میں باغ باغ  
رہے خرم و تازہ و خندہ زن  
پریشان پھر سے مثل ہو چار سو

نہ دیا ہے وہ جاہ و خشم  
یہ سامان حاصل نہ قیصر کو تھا  
یہاں طمع کامل جو کثرت سے ہیں  
ہر اک فن کے استاد عالی گھر  
کردن مدحت شاہ قدسی خصال  
نہ ارباب لفظ و سحانی سے میں  
نہ میں نظم میں قابل اعتبار  
عبار رہ خاکساری ہوں میں  
زبان و ان ہوں لیکن بریدہ زبان  
بس اسے خامہ کر مختصر یہ سخن  
مجھے نسبت شعر کیا چاہیے  
اتنی ہے گلشن میں جبتک چمن  
سمن میں ہے جس روز تک رنگ و بو  
ہمیشہ یہ سلطان نازک و مانع  
برنگ گل و غنچہ و یاسمن  
عدو کا پریدہ رہے رنگ و رو

## آغاز داستان

اٹھا لا ذرا شیشہ ساغر شراب  
طبیعت کو لائے مزے میں سرور  
نموشی میں کچھ بات پیدا کروں  
کروں یا د بھولے ہوئے خواب کو  
کوئی صاحب تخت و تاج و تاجین  
ستم سوز فرخندہ انجم تھا  
بجھا سکتی مصر نہ گل کا چہرہ

سر شام ساتی نہیں لطف خواب  
چلے دور ٹھہرے دل نا صبور  
بہون کو دم فکر گو یا کروں  
سناؤں کتنی قصہ احباب کو  
کہ تھا سرزمین میں کہیں  
جہاندار اس شاہ کا نام تھا  
جہان عدل سے اس کے تھا باغ



نہ دار اتھا ہسر زد و مال میں ۛ  
 فلک مہربان بخت دسا نہ تھا  
 کہیں جو بے اعتدالان نہ تھا  
 صراحی تھی سرگوشی جسام میں  
 فراغت مسرت خوشی عام تھی ۛ  
 بہت شاد و ہستا دل شاد سے  
 یہ اندھیر تھا وہ شہ خوش نہاد  
 اسی غم سے عشرت فراموش تھا  
 یہی واسطہ دلفکاری کا تھا  
 ہو ایک دن استدر پر ملاں ۛ  
 طبیعت سو جوش غم آگئی ۛ  
 سرشک جگر رنگ بہنے لگا  
 کہ افسوس ابتک تنائے دل ۛ  
 نہ پیش آئی تقدیر احسان سے  
 دم چند ضایع کرین کیون بیان  
 یہ مانا کہ ہم اور کچھ دن بیے  
 بہت جلوہ افسر و زشاہی رہے  
 علم ہو کہ ہو تخت و تاج و تاجین  
 تنائے چندے سفر کجیے ۛ  
 کہیں صورت نقش پا بیٹھ کر  
 بلایا وزیر خسرو کا رکو ۛ  
 بیان کی جفا دور آیام کی  
 غلش اُسے سن سکے تقدیر کی  
 کہا اے شہنشاہ عالم پناہ  
 بسر ہو گئی زندگانی مری ۛ

کندرنہ ہمسایہ اقبال میں  
 سلاطین عالم میں ممت از تھا  
 جس کے سو کوئی نالان نہ تھا  
 غم ہوش تھا فکر انجام میں  
 مصیبت مری طرح ناکام تھی ۛ  
 مگر داغ تھا داغ اولاد سے  
 نہ کھتا تھا روشن چراغ مراد  
 اسی سے مصیبت ہم آغوش تھا  
 یہی کچھ سبب آہ و زاری کا تھا  
 کہ آیا نظر ہیج سب ملک و مال ۛ  
 او داسی سی رخسار چھائی  
 تہ لب یہ حسرت سے کہنے لگا  
 رہے سینے میں بنکے دل جاے دل ۛ  
 بشیمان رہی اپنے ارمان سے  
 امید بسر وقت پیری کسان  
 پھر آخریہ سامان کسکے لیسہ  
 بہت سرخوش کج کلاہی رہے  
 کسی شئی کی اب ہکو پرواہیں ۛ  
 فقیروں میں کچھ دن بسر کیے  
 کرین زندگی یا دجن میں بسر ۛ  
 کہا اُس سے حال دل زار کو  
 کہی داستان بخت ناکام کی  
 جگر تنگی اپنی تقدیر کی ۛ  
 اسی درد غم میں ہون من بھی تباہ  
 کئی راہ گمان نوجوانی مری ۛ

میسر نہیں ہے جو نورِ بنگا ۛ  
 مناسب جو تدبیر ہو کیجیے ۛ  
 بجا لاؤن گاشتر خدمت تمام  
 غرض دونوں پروردہ درو پیا ۛ  
 شب و روز مانند عمر روان ۛ  
 رفاقت میں تکلیف آوارگی ۛ  
 نہ امید تسکین دل آہ سے ۛ  
 سرِ آبلہ وقفِ پامال تھا ۛ  
 ز بس ناز پروردہ شاہی کے تھے  
 سفر کی مصیبت سے تنگ آ گئے  
 تحمل طبیعت سے جاتا رہا ۛ  
 پھر بے مدقون جب وہ شوریدہ سر  
 کون حال کیا اس بیابان کا  
 نہ سبزہ نہ سایہ نہ کوئی شجرہ ۛ  
 جہنم انگرمی آفتاب ۛ  
 شفقِ گون حرارت سے رنگِ غبار  
 سر جا وہ تھا اس قدر برق دم  
 فزون شعلے سے دھوپِ آتش فشان  
 انھیں دیکھ کر یوں اسیر بلا  
 چلے دو قدم جب وہ تفتہ جگر  
 نہ باقی رہی طاقت ضبطِ آب  
 کیا تن سے تاب و توان نے سفر ۛ  
 چرا کر نظر ہوشِ رخصت ہوا  
 نہ غمخوار کوئی نہ ہمدام رہا  
 بہت اسنے تدبیر آ رام کی ۛ

زمانہ ہے میری نظر میں سیاہ  
 رفاقت میں لیکن مجھے لیجیے ۛ  
 غلامی میں حاضر ہو بنگا مدام ۛ  
 روانہ ہوئے شہر سے بے ہراس ۛ  
 چلے جانبِ دشت بے غامان  
 دعا گوئے مقصود بجپا رگی ۛ  
 تسلی نہ فریادِ جانکاہ سے  
 دگر گون ہر اک حال میں مال تھا  
 اٹھائے نہ صدے تباہی کے تھے  
 غم و غصہ دونوں جگر کھا گئے  
 ارادے پر افسوس آتا رہا ۛ  
 ہوئے ایک میدانِ تین جلوہ گر  
 نمونہ قیامت کے میدان کا  
 ہر اک سمت غولِ بیابان کا ڈر  
 جگر طرازان ہوا کا کباب ۛ  
 چمکتی ہوئی ریگ مثل شہار  
 بگوئے نہ رکھتے زمین پر قدم  
 ہوا پر مزاج پر نی کا گمان ۛ  
 اجل نے کہا مرحبا مرحبا ۛ  
 ہوا تشنہ جانی کا پیدائشہ  
 گرا خاک پر شاہِ عالیجناب  
 ہوا ہنفس اضطرابِ جگر ۛ  
 غش آ کر شریکِ مصیبت ہوا  
 فقط ساتھ دستورِ عظم رہا  
 نہ کاوش گئی بختِ ناکام کی ۛ

پھر احد سے افزون پئے آجھو  
 و لیکن نصیبوں سے جس طرح چشم تر  
 یہ دل تفتہ پانی کے ارمان میں  
 قضا ر کسی سمت کچھ جا نور  
 ہوا صاف باور کہ تالاب ہے  
 بڑھا اس طرف کو بھر آرزو  
 یہ پونجا سفر کر کے جہدم و مان  
 یہ دیکھا کہ دامن میں کسار کے  
 کہیں سنبھستان کہیں لالہ زار  
 ہر اک سمت ہے موج سبزہ کا جوش  
 جدھر دیکھے عالم نور ہے  
 روان مثل کوثر ہے اک آجھو  
 سراپا ہے چشم تنہا جباب  
 جاہوں کے بچے لیے دوش پر  
 لب نہراک قصر ہے نور کا  
 منقش ستون ملک بہزاد کے  
 کرے دیکھ کر حسن دیوار و در  
 سمجھے فرش و قالین ہن دالان میں  
 و لیکن باہن شان و شوکت کہیں  
 بنا دیکھ کر بت یہ نیزنگ وہ  
 کہ اتنے میں یاد آگئی شاہ کی  
 شتابی صراحی میں کچھ بھر کے آب  
 برنگ صبا آن کی آن میں  
 لگا دی صراحی لب شاہ سے  
 ہوا جبکہ سیراب وہ نشہ جان

بہت کی سیا بان میں جستجو  
 کہیں کوئی چشمہ نہ آیا نظر  
 چلا پھر اسی خشک میدان میں  
 اسے گرم پرواز آئے نظر  
 مقدر اذھر چشمہ آب ہے  
 لیے ماتھے میں اپنے جام و صبوح  
 نظر آئین قدرت کی نیزنگیان  
 تماشے بہن جنت کے گلزار کے  
 بندھا ہر طرف سے طلسم بہار  
 زمین ہے گل و لالہ سے سرخ پوش  
 ہر اک نخل نخل سر طور ہے  
 گرین حضرت خضر جبین وضو  
 بھور میں بہن تقدیر کے پنج و تاب  
 ہر اک موج سرگرم راہ سفر  
 لگا جبین ہر سنگ ہے طور کا  
 تراشے ہوئے دست فرما دے  
 نظر چشم موٹے کا پید اثر  
 مکلف ہے ہر ایک ایوان میں  
 کہیں کا پستانام کو بھی سین  
 کھڑا رہ گیا صورت سنگ وہ  
 اجازت تحیت سے لی راہ کی  
 پھرا جانب شاہ عالیجناب  
 ہوا کے داخل سیا بان میں  
 وہ پانی پلایا بڑی چاہ سے  
 تعجب سے پوچھا کہ اسے مہربان

کہان سے تو لایا یہ آب بقا  
 کہا کیا کون طرفہ ہے داستان  
 غرض کہہ کے مضمون و لغو اہ کو  
 وہ عالم ہوا جلوہ بخش نظر  
 ہوا شکل تصویر گم کردہ ہوش  
 تخیل کے عالم میں ناگہ بکاہ  
 تماشے پیدا کیے ولولے  
 قریب آ کے آخر شبہ نامدار  
 تنہا سو جھانے لگی شوق کو  
 نظر صورت کو دیکھ بے خبر  
 پھراتی تھی حسرت انھیں چاروں  
 کبھی سوے ایوان کبھی سوے بام  
 کہ اتنے میں آئی انھیں یہ صدا  
 نہ پھر نہ ایمان بے سب چاہیے  
 بہت کر چکے سیر دیوانگی  
 ادھر بھی قدم رنجہ فرمائیے  
 یہ سن سن کے اس طرح آواز غیب  
 کہ یارب یہ کیا حرف گفتار ہے  
 ایمان کون کسکے ہین مہمان ہم  
 کسے حال سے ہے ہمارے غیب  
 عیان ہین سراسر نشان ظلم  
 اگرچہ ہوا دوسرا سدا  
 یہ آئی نظر قدرت ذوالجلال  
 دو عالم کو دل سے بھلائے ہوئے  
 دل آگاہ کشف و کرامات سے

تجھے چشمہ خضر کیونکر ملا  
 ذرا دیکھیے آپ چکر و مان  
 سرچشمہ لایا شہنشاہ کو  
 کہ دل سے گئے باغ شاہی اتر  
 بنا مثل آئینہ حیرت فروزش  
 پھری سوے قصر فلک بارگاہ  
 بڑھے آگے بڑھے چلنے کے وصلے  
 ہوا مائل سیر نقش و نگار  
 کچھ ایسا کرو پھر کے جانا نہ ہو  
 مچلنے لگی نقش دیوار پر  
 دکھائی تھی سیر مہمان آرزو  
 خرامان تھے ہر سمت یہ شاد کام  
 کہ اسے یہاں ناز و ان گداز  
 مقام ادب ہے ادب چاہیے  
 کہان تک ارادوں سے بیگانگی  
 بس اب جانب مدعا آئیے  
 ہوئے حیرت و خوف سے سرعجب  
 گداز کون کسکا یہ گھر بار ہے  
 بزرگانہ کیلے ہین لطف و کرم  
 غنایت کی مہر ہے کس کی نظر  
 مقرر ہے کوئی مکان ظلم  
 و لیکن بڑھے اور دستور و شاہ  
 کہ اک مرد درویش صاحب کمال  
 خدا کی طرف لو لکائے ہوئے  
 خبر او لیا کے مقامات سے

تخیر میں شانہ اک تخت پر  
 ریاضت سے مانند جسم مثال  
 ضرورت کو ہی بہر ستر بدن  
 تجلی حق سے رخ پاک پر  
 سکوت آشنا حسب معمول ہے  
 ادب سے وزیر و شہ نیکبخت  
 بھر آیا قلن سے دل پر ملال  
 کہ قسمت یہاں تک تو لائی ہمیں  
 خدا جانے اب اور ہوتا ہے کیا  
 یہی دل میں کہتے تھے شاہ و وزیر  
 اٹھایا گریبان سے اپنا سر  
 یہ دونوں چھکے رسم تسلیم کو  
 لگا کر گلے سے بصد آرز و دل  
 نہایت محبت سے پوچھا فرج  
 خفا کیوں ہوئے دولت و جاہ سے  
 اگر فقر کا دل طلبگا رہے  
 خدا نے جو عالم ہویدا کیا  
 رعایا کی دن رات رکھو خبر  
 رہ فقر و تسلیم دشوار ہے  
 نہ دشمن بنو عیش و آرام کے  
 سوا ایک مطلب اگر اور ہے  
 جو کچھ ہو سکے آسین شریعت کروں  
 کہا شاہ نے کیا کہین را زدل  
 ابھی تک تنہا سے اولاد میں  
 یہی داغ ہے اور یہی ہے الم

سلیمان کی طرح ہے جلوہ گر  
 فقط رہ گیا ہے گمان یا خیال  
 گلے میں پڑا صندوق پیران  
 زمین پر ہے خود دل ہے افلاک پر  
 تماشائے باطن میں مشغول ہے  
 کھڑے ہو رہے جا کے نزدیک تخت  
 یہ اسوقت دونوں کو گذرا خیال  
 جو کچھ پیش آنی تھی آئی ہمیں  
 ابھی ہے نصیب و نین کیا کیا لکھا  
 کہ فارغ ہوا مرد و دشمن ضعیف  
 پڑی ان پر اس پاک بین کی نظر  
 اٹھا وہ خدا و دست غنیسم کو  
 بٹھایا انھیں تخت پر و برو  
 کہا کسکو دے آئے تم تخت و تاج  
 بنے تم گدا کیلئے شاہ سے  
 تو ناحق ہے۔ بیجا ہے۔ بیکار ہے  
 تھیں بہر انصاف پیدا کیا  
 رہو ظلم و بیداد سے پر حذر  
 یہاں پھول اتک صورت خار ہے  
 ارادے یہ طفلانہ کس کام کے  
 کہو بندہ حاضر بہر طور ہے  
 گوارا دل و جان سے محنت کروں  
 کہ روشن ہے خود آپ پر سا زدل  
 بسر ہوتی ہے آہ و فہر یا دین  
 سوا اسکے کوئی نہیں بہ کو غم

اگر آپ ہمت ذرا کیجیے ۛ  
 عجب کیا خداوند شام و سحر ۛ  
 کہا اُسے یہ سُنکے جاؤ اودھر ۛ  
 مرے پاس لے آؤ ایک ایک پھل ۛ  
 اُسی دم وزیر پوشہ خوشخصال ۛ  
 بجالائے ارشاد درویش کو ۛ  
 پھلون پر وہ پیر مبارک قدم ۛ  
 قضا را سے شاہ کے سب پر ۛ  
 اُسے دیکھتے ہی گدا شاہ سے ۛ  
 تھیں وہ ملا ہے نصیبوں سے پھل ۛ  
 ابھی سے مصیبت کا اظہار ہے ۛ  
 کما شہ نے کیا ہو کے پیدا پس ۛ  
 غوست سے طالع کی یا دہرین ۛ  
 نہو بہرہ درخت و اقبال سے ۛ  
 ہر اکدم بھگے تیرہ بختی کا دم ۛ  
 خمنشاہ سے سُنکے الفاظ یا س ۛ  
 زبان رو کیے حرف بد فال سے ۛ  
 یہ فرزند جم جاہ و فرخ شیم ۛ  
 ہمیشہ نہ چرخ نیلو فری ۛ  
 یہاں تک ہو لشکر کش و سخت گیر ۛ  
 کوئی دہرین اسکا ہسر نہو ۛ  
 مگر ہے عیان خطِ تقدیر سے ۛ  
 لگاوٹ سینوں سے کرتا رہے ۛ  
 مصیبت کو سمجھے یہ آرام دل ۛ  
 جگر پر کہیں کھائے الفت کا داغ ۛ

کبھی وقتِ فرصت دعا کیجیے ۛ  
 غایت کرے ہکو نورِ نظر ۛ  
 لگا ہے دمان سیب کا اک شجر ۛ  
 کہ پڑھ دوں پے عمل کوئی عمل ۛ  
 گئے شاد و خندان قریب نہال ۛ  
 نہ تھا دخل جبین کم و بیش کو ۛ  
 دعا کوئی پڑھ پڑھ کے کرتا تھا دم ۛ  
 کہیں اک سیہ داغ آیا نظر ۛ  
 یہ کئے لگا سرت و آہ سے ۛ  
 کہ پیدا ہیں جس سے نہارون خل ۛ  
 نشان خسرا بی نمودار ہے ۛ  
 کرے لگا جہان سے ثنابی سفر ۛ  
 پھرے خستہ و غار ہر شہرین ۛ  
 کرے زندگانی بُرے حال سے ۛ  
 نہو صاحب فوج و طبِ علم ۛ  
 ہوا حرفن مردِ ایزد شناس ۛ  
 خبر کیا تھیں نیک و بد حال سے ۛ  
 رہے تاج و اقبال سے محرم ۛ  
 کرے عمر بنِ خضر سے ہسری ۛ  
 گئے رستم و گیکو کو زال پیر ۛ  
 اگر ہو یہ دارا سکندر نہو ۛ  
 رہے شوق زلفِ گرہ گیر سے ۛ  
 محبت میں دن رات مزار ہے ۛ  
 ہکا لے محبت سے ہر کام دل ۛ  
 نہو جس سے پھر زندگی بھر سداغ ۛ

نہو کوئی تدبیر تدبیر سے  
 مقرر اسے زیرِ چرخِ بلند  
 حفاظت میں سولہ برس تک مدام  
 نظر بند رکھو برابر اسے  
 یہ مدت کٹے خیر سے جو کہیں  
 اسی طرح آنے ستمنا سے چند  
 کہا دے کے پھل ہاتھ میں شاہ کے  
 توقیف مناسب نہیں اب یہاں  
 محل میں لیے ساتھ جانا اسے  
 برآئین گی اس سے اسیدین تمام  
 یہ شکر بزمِ دوونِ رخصت ہوئے  
 چلے اپنے گھر کی طرف شادنا

بگڑ جلت بن ہنگے تقدیر سے نہ  
 کہیں سیر دریا سے پونچے گزند  
 رہو ستم روز و شب صبح و شام  
 بکھلنے نہ دو گھر سے باہر اسے  
 تو پھر عمر بھر کوئی خطرہ نہیں  
 کیے بادشہ سے بیانِ شل پسند  
 حوالے کیا تم کو اسد کے  
 سدھارو سو قصرِ جنت نشان  
 شبِ وصل کھانا کھلانا اسے  
 ہمیشہ رکھے گا خدا شاہ کام  
 قدم بوس پیرِ طریقت ہوئے  
 لیے ہاتھ میں سب غسل مراد

جہاندار کا گھر بھیر آنا میوہ مراد ہمراہ لانا

پلا ایسی موزن ساقی مجھے  
 رہوں پارِ سامی پرستی میں بھی  
 لکھنوں یا دوسری بختِ بیدار کی  
 سنا ہے کہ جب وہ غریب الوطن  
 اوڑھی شہر میں چار سو خیبر  
 بکل کر گھروں سے صغیر و کبیر  
 یکایک وہ غورِ شید پر نور سے  
 جمالِ مبارک ہوا جلوہ گریا  
 ہوا چار سو غل وہ آئے ہین شاہ  
 روارو وہ موقت آئے قریب  
 پس التماسِ شاد و دعا

کہ فاقی نظر آئے باقی مجھے  
 کروں ہوش کی بات سستی میں بھی  
 کروں نظمِ آمدِ جہاندار کی  
 ہوئے جلوہ بخش سو اد میں نہ  
 نویدِ مسرت ہوئی مستہر  
 چلے بہرِ دیدار شاہ و وزیر  
 نظر آئے میدان میں دوسرے  
 تصدق بگاہین ہو میں دوڑ کر  
 بڑھی دیکھنے کو رعیت سپاہ  
 گلے سے ملے بڑھ کے خوش و قریب  
 امیرون نے جھک جھک کے بھر کیا

دمان سے اراکین دولت کے ساتھ  
 لٹاتے ہوئے راہ میں سیم و زر  
 دیا حکم شہ نے بچے بارعام  
 ہر رات تک نذر لیتا رہا  
 زنا جلوہ گر سامنے سازِ قص  
 ہوئی جبکہ رخصت وہ خلقت تمام  
 جب اس قصر میں شہ نے رکھا قدم  
 مصیبت کا ہر سمت اظہار ہے  
 لگا وٹ کسی میں نہ شوخی نہ ساز  
 خوشی کے عوض دل میں ہر ماہ کے  
 غم و درد محنت سے دل کامیاب  
 وہ اگلی صفائے عمارت نہیں  
 بہت متفحش نہ دیوار و درگاہ  
 وہ گھر جو کہ تھا عیش و عشرت کا باب  
 خیابان گلشن میں آیا نظر  
 چمن خشک و بے آب بہاے جو  
 نہ جو بن سمن پر نہ گل پر ہزار  
 کیا ترک باد صبا نے چمن  
 یہ احوال گلشن زبون ہو گیا  
 غرض دیکھتے شاہ باغ و مکان  
 یہ دیکھا کہ وہ شکل تصویرِ غم  
 گیا تھا اکیلے جہان چھوڑ کر  
 پڑی بادشہ پر نظر جس گھڑی  
 کہانا سے اب مجھ میں طاقت کہاں  
 کردن کی تنظیم کس کا ادب

جلا عزت و شان و شوکت کے ساتھ  
 ہوا آ کے ایوان میں جلوہ گر  
 ہوا ہر طرف خلق کا ازدحام  
 زمانے کو انعام دیتا رہا  
 دکھاتا رہا نغمہ العجب ازِ قص  
 محل میں گیا شاہ عالی مقام  
 یہ دیکھا کہ ہر اک ہے تصویرِ غم  
 جسے دیکھے فتنہ دیوار ہے  
 نہ عشوہ نہ غمزہ نہ اندازِ ناز  
 بھرے حوصلے نالہ و آہ کے  
 پریشان راحت متاخراب  
 جو دیکھا تو پر دون میں حالت نہیں  
 مکانوں میں آسیب سائے کا ڈر  
 ہوا صورت بیت پر کن خراب  
 ہوا خواہ بادِ خنہ ان ہر خبر  
 عوم گل کے کانٹے آگے چار سو  
 نہ فریادِ قمری نہ صوت ہزار  
 ہوئی نکلت گلِ غریب الوطن  
 کہ گلچین نے دیکھا جنون ہو گیا  
 گئے رہتی تھی خاص بیگم جہان  
 ابھی تک ہے پابند زنجیرِ غم  
 وہیں بیٹھی روتی ہے وہ نوہرِ گل  
 آٹھی شوق میں ضعف سے گر پڑی  
 وہ دل وہ جگر وہ طبیعت کہاں  
 یہ جو کچھ ہوا سب اذین کے سب



شہنشاہ نے عشق کے جوش میں  
 کہا لو ہوا فضل البش کا  
 ہوا دل حصول تنہا سے شاد  
 سفر کر کے لائے ہیں یہ سب ہم  
 ہمیں تم اسے وقت پر کھائیں گے  
 یہ کہہ کر گئے دو وزن حسام کو  
 وہاں سے ہنکر باس زری  
 اسی گھر میں آکر بصد عز و شان  
 خوشی کی پھر آپس میں باتیں ہوئیں  
 تنہا میں باہم ہوئے بے حجاب  
 دکھانے لگا شوق بیباکیاں  
 بڑھا حوس میں شہینہ آرزو  
 بڑی ویر تک جوش سستی رہا  
 نئے وصل کا جب ہوا نشہ تیسر  
 دکھایا دعائے گدائے اثر  
 اسی شب کو دستور شاہ جہان  
 خدائے دو عالم نے امداد کی  
 تاجی مسرت کے امید دار  
 شب و روز محفلوں میں رہنے لگے  
 دعاؤں سے وہ دن جب آیا قریب  
 گئی شاد و خندان شہنشاہ کے پار  
 اگر آپ ارشاد فرمائے  
 تو اک لطف کی بات پیدا کریں  
 بلا میں دل آہم دستور کو  
 بہم مل کے تم سب لائے ہو دو

اسے لے لیا بڑھ کے آن خوش میں  
 گیا وقت ناکامی و آہ کا  
 برآئی ہساری تمہاری مراد  
 دعا بھرا دلاد اسپر سہم دم  
 جو کچھ آرزو دل میں ہے پائیں گے  
 کیا گرد سے صاف اندام کو  
 چلے صورت زہرہ و مشتتری  
 کیا سب ہر ایک نے نوش جان  
 حصول مطالب کی گھاٹیں ہوئیں  
 ہوئے حسرتیں دل کی جگہ کباب  
 ہوس نے اشارہ کیا شہ کو مان  
 ہوا حلقہ جام طوق گلو  
 بہت گرم شہوت پرستی رہا  
 ہوئے دو وزن ست ہوس خطرہ ریز  
 ہوئی بانو بادشہ بارور  
 ہوا وصل ہنجو ابہ سے شادمان  
 اسے بھی ہوئی آس اولاد کی  
 اسی دن سے کرنے لگے دن شمار  
 بہم قصہ عیش کہنے لگے  
 بہت خوش ہوئی بانو خوش نصیب  
 کہا آپ سے ایک ہے التماس  
 اجازت سے دل شاد فرمائیے  
 نئی رسم الفت ہوید آکر  
 یہیں رکھیں اس غیرت عورت کو  
 ولادت اسی گھر میں دونوں کی ہو

اسی قصر میں وہ رہا جس کو کہ  
 یہ سنکر کہا شاو ججھا ہنے  
 نہایت مناسب بہت خوب سے  
 سواری ترک سے وہاں بھیج کر  
 اجازت یہ لے کر شہنشاہ سے  
 کہ توجا وزیر ممالک کے گھر  
 کہ بہتر توقف نہیں زمینار  
 اٹھو ساتھ میرے چلو شاد شاد  
 یہ سنتے ہی بیگم سے وہ گلزار  
 پونچ کر محل میں بہانہ نظر  
 کہا اب نہ تاخیر فرما سے  
 انیسین جلسین جو درکار ہوں  
 کہا آئے چلتی ہوں جلدی سے کیا  
 مری اسمین عزت سے توقیر  
 یہ کہہ کر وہ رشک بہا رچن  
 ذرا دیکھ تو ہے صنوبر کسان  
 سمن رخ کھڑی کر رہی سے تو کیا  
 یہ سن سنکے دوڑیں کنیرین تمام  
 ہوں کیا میں آن سکتے حسن و شباب  
 ہر اک اپنے انداز میں ہمیشہ  
 غضب سحر و افسونگری یاد تھی  
 کوئی اٹھ کے دوڑی کسی کام کو  
 ہمیں سے کوئی آئی والاں میں  
 تو حلا کر کوئی ماتھ منہ ناز سے  
 کوئی آ کے گیسو بنانے لگی

بین پرورش پامین شام و سحر  
 سو جھانی نہی بات اشد نے  
 بدل ہسکو یہ بات مطلوب سے  
 اسی دم بلا لو آئین اپنے گھر  
 کہا ایک ہمارا دلخواہ سے  
 یہ کر اسکی بیگم کو جلدی خبر  
 شکار سواری ابھی ہو سوار  
 کیا ہے شہنشاہ بیگم نے یاد  
 روانہ ہوئی مشل باد ہزار  
 کیا عرض پیغام فرحت اثر  
 سواری اسی وقت شگوائے  
 آئین و تجی حکم تیار ہوں  
 بھین خطاب آج کی بی بی سے کیا  
 مجھے وہ بلا میں یہ نقد ہو سے  
 اداسے پکاری کہ اے دل لکن  
 اٹھا لائے پوشاک کی کشتیان  
 دھلا ماتھ منہ آفتابہ اٹھا  
 کیا آ کے ہر ایک نے ازدحام  
 کوئی ماہ تابان کوئی آفتاب  
 بلا کی ادائیں قیامت کی چال  
 جو تھی سامری کی بھی اشد تھی  
 کسی نے خبر کی دلارام کو  
 کوئی کہہ گئی آ کے کچھ کان میں  
 کھڑی ہو رہی حسن انداز سے  
 کوئی سرمہ کاجل لگانے لگی

کسی نے کیے بند محرم کے چست  
 غرض ہر طرح جب سنوارا اسے  
 کہ واری تھیں اب سہ کیا انتظار  
 یہ سنکر بہت شوخ و طناز سے  
 جلیسین کئی تھیں جو رشک بیاہ  
 اٹھایا انہارون نے سگھپال کو  
 صداوی نقیبون نے اسے بے نیاز  
 خواصین ہو میں باری باری سوار  
 سواری میں شانہ سارا جلوس  
 سو قصر سلطان سواری چلی  
 جلو میں چپ و راست اقبال جاہ  
 سوارون سے روئے فلک پر غبار  
 جب آئی سواری بصد کروشتر  
 بڑے آگے نواب ناظر شتاب  
 وہاں سے وہ کرتے ہوئے انتظام  
 در قصر شاہ فلک جاہ پر  
 رتھیں آگے پیچھے ٹھہرنے لگیں  
 کوئی گرم رفتار نہ ناز سے  
 دکھاتی کھڑی آڑی ہیکل کوئی  
 خواصون کا جدم اُتارا ہوا  
 نزاکت سے آخر کو وہ سیمبر  
 محافے کے نزدیک آئے کوئی  
 خواصون نے دے کر سہارا اسے  
 یہاں سے انیون طلبیون کے ساتھ  
 ہوئی قطع جس وقت کچھ دور راہ

کسی نے کیا چپکے دامن درست  
 مُکلف ہوئے حسن آرا اسے  
 سواری لگی سہ چلو ہوسوار  
 اٹھی وہ بلائے جہان ناز سے  
 ہوئی اُنکو ہمراہ لے کر سوار  
 ہوا اوج اقبال اقبال کو  
 رہے عمر و دولت ہمیشہ دراز  
 چلین آگے پیچھے رتھیں بے شمار  
 زمین پر گمان جبین عروس  
 چمن کو نسیم بہاری چلی  
 پس و پیش کو سون ہجوم سپاہ  
 زمین پر پیا دون کی صدا قطار  
 قریب مکان شہر ادا گر  
 لیے چند خواجہ سرا ہم کاب  
 چلے آگے آگے بعد احتشام  
 رتھ کے سب کے سب بڑھ کے شل نظر  
 انیسین جلیسین اترنے لگیں  
 کوئی مست گھمنر کی آواز سے  
 سب بھالے و دپے کے آچل کوئی  
 وہ خانہ پرینا نہ سارا ہوا  
 پکاری ارے کیا کھڑی ہو اُدھر  
 سواری کا پردہ اٹھائے کوئی  
 بڑی آرزو سے اُتارا اسے  
 چلی ناز سے ماتھہ میں دے کے ماتھہ  
 پڑی بانوشہ کی اسپر نگاہ

ہوئیں سرنگون پھر خواصین تمام  
 بیان سب کیے اپنے رازِ دلی  
 بٹھایا مقابل کے دالان میں  
 کہا ایلے تسکو تکلیف دی  
 سنیں کچھ تمھاری کچھ اپنی کہیں  
 یہیں ماہ و خورشید ہوں جلوہ گر  
 یہیں محبتِ جشَنِ شامانہ ہو  
 تکلف کو زحمت کرو آج سے  
 کیا سب قبول اس خوش انجام نے

ادب سے کیا اسے بھٹک کر سلام  
 لبِ فرش آکر گلے سے ملی  
 اسے لاکے ہمسراہ ایوان میں  
 تواضعِ مدارات جب ہو چکی  
 کہ چندے بہم بل کے یکجہا رہیں  
 یہیں دو نون پیدا ہوں نورِ نظر  
 یہیں جملہ رسمِ مذہبِ خسانہ ہو  
 یہیں عیش و عشرت کرو آج سے  
 غرض اسے جو جو کہنا سانسے

پیدا ہونا شاہزادہِ مہدیین و وزیرِ زادہ و فادارِ کاہِ نرمِ عیش و طرب  
 آراستہ کرنا جہاندار کا

ذرا کھول تو دیدہ نسیم باز  
 نظر کر تماشاے لیل و نہار  
 خوشی کی انگلیں ہنِ عشرت کے دنگ  
 کہلین شاخِ نخلِ تناکے پھول  
 مہرِ بخشِ باغِ جوانی ہو آج  
 ہو لی بانو شاہ کی سیہان  
 نہ تھا کام اسکو کسی کام سے  
 نمایان ہو اور وزہ کا اثر  
 ہو بین داستانِ مہ کے حاضر تمام  
 مگر محنتیں سب گئیں رایگان  
 بڑی مشکون سے سحر ہو گئی  
 نمایان ہوا شرق سے آفتاب  
 سفر کے میزان میں آیا رحل

بہت سوچکا ساقی ست ناز  
 اٹھا کر زمین سے سر پر خمار  
 زمانے نے کچھ اور بدلا ہے رنگ  
 کوئی دم گلابی مین دے بھر کے پھول  
 شگفتہ گلِ زندگانی ہو آج  
 رقم ہے کہ جہدِ ن وہ سرور و ن  
 ہنسی دل لگی کے سوا شام سے  
 یکایک اسی شب کو پچھلے پھر  
 اسی وقت کرتے ہوئے انتظام  
 آنھوں نے بہت کین عرفِ زبان  
 وہ شب در دو غم میں بسر ہو گئی  
 کنا رِ فلک میں مچپا ہا تاب  
 ہو اساعتِ شتری کا عمل

محل میں اور ہی ہر طرف یہ خبر  
 نہ ممکن ہوا ضبط ایک ماہ سے  
 کہا اے خداوند روئے زمین  
 درخشنده مسر دل آرا ہوا  
 یہ سنتے ہی دستور و شاہ جهان  
 دلوں سے کیے شکر احسان کے  
 الگ سب سے ہن کبریائی کے ہید  
 سلامی کی پھر تو بین چلنے لگیں  
 ہوئی یہ خبر پھر نوشہرہ عالم  
 یہ عالم خوشی سے ہوا دہرین  
 جو ذی رتبہ نو کر تھے سرکارین  
 پس نذر خلعت پہن کر پھر  
 ہوئی ختم جب رسم نذر دنیا  
 بڑھے آگے دیتے ہوئے سب دعا  
 ہزاروں فون باز و رشک پری  
 سمن بوگل اندام غنچہ دہن  
 شراب جوانی سے منور سب  
 ہر اک سمت گانے بجانے لگیں  
 آٹھانے لگیں ہاتھ انداز سے  
 کلائی کو پچکا کے ہر دلربا  
 کبھی ٹھوکر دن سے وہ مست غور  
 کبھی رکھ کے ہاتھوں کو زیر کر  
 کبھی سسکیاں لیتیں بیتاب سی  
 کبھی بیٹھیں آ کے سب روبرو  
 اشارات ابرو قیامت کے تھے

کہ پیدا ہوئے دونوں شمس و قمر  
 نوید طلب عرض کی شاہ سے  
 مبارک ہو شہزادہ مہمبین  
 ضعیفی کا پیدا سہارا ہوا  
 نہایت ہوئے خرم و شاہ دمان  
 کہا داہ صدقے نری شان کے  
 وگر نہ کہاں ہم کہاں یہ امید  
 خوشی کی صدا میں بکھنے لگیں  
 رعایا برار یا ہوئی بشا و کام  
 کہ گھر گھر بچین نو بین شہرین  
 وہ حاضر ہوئے آ کے دربار میں  
 نشانے ہوئے یسم و زر گھر بھر  
 لیے اپنے ساز وں کو ارباب ساز  
 سلامت مبارک کا اک غسل ہوا  
 سکھائیں جو زہرہ کو افسون گری  
 سراپا برنگ ہزار چمن  
 نئے حسن کے نقشہ سے چور سب  
 غضب کی ادائیں دکھانے لگیں  
 بلانے لگیں فتنہ کو ناز سے  
 دکھانے لگی شاخ گل کی ادا  
 کچلتیں سر غم کو سب کے حضور  
 کھڑی تھیں حیرت سے دیوار و در  
 کبھی صاف اوڑھتیں سیلاب سی  
 جلاتا جگر شعلہ آرزو  
 کرشمے بلا غمزے آفت کے تھے

کہوں کیا دل اہل مجلس کا حال  
 بکھلتا نہ منہ سے کسی کے سخن  
 کوئی وجد میں آ کے بیہوش تھا  
 غرض نقش دیوار تھا ہر لہجہ  
 یہی لطف تھا ہر طرف آشکار  
 کئی روز جشن ولادت رہا  
 کہ اتنے میں آیا چھٹی کا جو روز  
 محل میں گئے اٹھ کے شاہ و وزیر  
 عجب رنگ آیا دمان کا نظر  
 یہ دیکھا کہ ہر سمت ہے جلے عیش  
 خواصین عروسانہ پہنے لباس  
 کہیں بزم عشرت ہے آراستہ  
 کہیں قہقہہ دل لگی راگ رنگ  
 کہیں عشوہ غمزہ اشارہ کہیں  
 یہ نیزنگ بزم طرب دیکھ کر  
 زبس مائل عیش پایا انھیں  
 جو تھیں بیگین چھپنے والی دمان  
 خواصین پر بچپہرہ و ماہرہ  
 محل میں جو تھیں گائین دلربا  
 بندھا ہر طرف رقص کا یہ سامان  
 یونہی دیر تک ایک عالم رہا  
 ہوا روئے خورشید کا رنگ فق  
 ہوا سے نشیمن میں ہر جا نور  
 ستارے ہوئے جڑہ آراستہ شب  
 زچہ پاس اگر کئی ماہرہ و

نظر محو صورت جگر وقف حال  
 ہر اک مثل غنیمت تھا پنبہ دہن  
 کوئی شکل تصویر خاموش تھا  
 تھا اپنی ہستی سے مطلق خبر  
 دمان طالعون کا تھا کچھ شمار  
 ہجوم نشاط و مسرت رہا  
 دو بالا ہوئی دولت و رفور  
 بجالائے مجرا صغیر و کبیر  
 کہ صد تھے ہوا شوق دل و ذکر  
 تناسیم ہنگامہ آراستہ عیش  
 زچہ خانے کے پھرتی ہیں اس پاس  
 کہیں بن حسان نوخاستہ  
 کہیں مطرب و نغمہ و ساز و چنگ  
 کہیں ناز و لطف نظر کہیں  
 ہوا شاہ و خرم شہ دادگر  
 وہیں ہمدون نے بھایا انھیں  
 ہو میں جاکے بارہ دری میں نہان  
 ادب سے کھڑی ہو رہیں چار سو  
 کیا ناچ نے اُنکے محشر بپا  
 کہ فتنہ ہوا پابوس بستان  
 قریب آگئی شام دن کم رہا  
 چمن زار گردون میں پھولی شفق  
 ہوا گرم پرواز سوئے شجر  
 بنا ماہ داغ سویدہ اسے شب  
 یہ مہل مہل سے گئے لگین گفت و

مبارک یہی وقت ہے رات کا  
 چلو اٹھو تم دونوں دالان سے  
 یہ کہہ کر قصابہ بعد آب و تاب  
 زروسیم و الماس نعل و گھڑ  
 عروسانہ پنہا کے رنگین لباس  
 وہ دونوں پرزادوں کی شان سے  
 دوپٹے کا آنچل اٹھائے ہوئے  
 تقاہت عیان رنگ رخسار سے  
 حینان عالم فراہم تمام  
 لیے ہاتھ میں تیغ عسریان کوئی  
 لایلاف پڑھتی کوئی حور زاد  
 اس طرح وہ سب بہار چمن  
 انیسون کے مجھڑ میں با صد حیا  
 ادا سے سو آسمان دیکھ کر  
 خوشی سے ہراک آن کی آن میں  
 حصول تمنا سے راحت کے بعد  
 جو کچھ رسمیں ہوتی ہیں اس رات میں  
 گئی عیش و عشرت میں وہ شب گذر  
 بھراسانی آسمان نے شباب  
 ہوا صبحی میں ہر بادہ خوار  
 وہ شہزادہ تھا بسکہ زیب حسین  
 ہوا بن دستور والا کمر  
 فراغت ہوئی جب جہاندار کو  
 بیان دونوں یہ غیرت مہر و ماہ  
 نمودیدہ افسر روز ہونے لگی

تھیں انتظار اب سے کس بات کا  
 ستارے دکھلا میں میدان سے  
 جبین پرافشان سے باندھا شباب  
 کیے زیب اعضا بصد کز و فر  
 سنوارا دلہن کی طرح بقیاس  
 چلین صحن کو اٹھ کے دالان سے  
 سپر زبرد امن چھپائے ہوئے  
 نزاکت نمودار رفتار سے  
 انیسون جلیسون کا سب انتظام  
 سروں پر کیے خصل قرآن کوئی  
 کوئی کرتی دم آیت آن نکاد  
 ہو میں صحن میں آکے برتوف گن  
 دیئے رخ سے دونوں نے گھونگٹ اٹھا  
 پھرین شاد و خندان وہ رشتک قمر  
 ہوئی رونق افسر و دالان میں  
 نوید مبارک سلامت کے بعد  
 ادا سب کین بات کی بات میں  
 ہوئی سمت خاور سے پیدا سحر  
 مے نور سے ساغر آفتاب  
 ہوا چارہ ساز بلائے خسار  
 تو نام اسکا رکھا گیا نہ حسین  
 وفا دار کے نام سے مشتہر  
 محل سے گیا اٹھ کے دربار کو  
 رہے زیب دامن نوز نگاہ  
 ترقی شب و روز ہونے لگی

ہر اک دم بشکل امید پدید  
 رہے روز ارمان کے جوش میں  
 پڑی بید چنڈے گرہ سال کی  
 وہ جہدم سواد و برس کے ہوئے  
 ہوئی شیر دایہ سے نفرت انھیں  
 پھر آخردکھا یا خدائے وہ دن  
 پرنے پس حمد و شکر خدا  
 عطار کی ساعت تھی فرخندہ فال  
 بٹھا کر محبت سے پیش نظر  
 کیا زبیب تن خلعت زرفشان  
 نہ پو پچائے تا چشم بدین گزند  
 چپ و راست آنا دوا ساتھ ساتھ  
 بزرگ نسیم ریاض ارم  
 مجموعہ عسائیدین ایمان میں  
 قریب اپنے بھلا کے اولاد کو  
 وہ پہلے سے حاضر تھے سب جا بجا  
 چپ و راست ہر علم و فن کے ادیب  
 کہا شاہ سنے لو پڑھاؤ انھیں  
 یہ سنکر وہ ارباب علم و ہنر  
 دلون سے پڑھانے لکھانے لگے  
 یہ مشہور سچ قول استاد ہے  
 رہے چند مدت جو مصروف کار  
 کوئی علم ایسا بظاہر تھا  
 خصوصاً وہ نور مجسا و وزیر  
 جو ہر تراشی میں استاد تھا

نمائش کی بالیدگی نظر  
 کبھی مسدین گاہ آغوش میں  
 ترقی ہوئی عس و اقبال کی  
 فرا دست و پا اپنے بس کے ہوئے  
 خوش آئی نہ یہ کہ نہ عادت انھیں  
 کہ مکتب کے قابل ہوئے اُنکے سن  
 بے جشن مکتب ارادہ کیا  
 محل میں گیا شاہ کسٹر فصال  
 سلاطین کے طور و دستور پر  
 ضیا بخش سہ تاج گوہر فشان  
 محبت سے پہنائے تو یزید  
 لیے پیار سے ہاتھ میں اپنے ہاتھ  
 برآمد ہوا شاہِ حاتم کرم  
 ہوا داخل اک اور ایوان میں  
 کہا لاؤ ہر فن کے استاد کو  
 یہ سنتے ہی ہر اک نے مجھ کیسا  
 ادب سے قریب سے بیٹھے قریب  
 جو سیکھا ہوتے سکھاؤ انھیں  
 ہوئے مستعد اُنکی تعلیم پر  
 جو تھا حرف مطلب بتانے لگے  
 کہ اچھی طبیعت خدا داد ہے  
 ہوئے دونوں علامہ روزگار  
 کہ انہیں کوئی اس سے ماہر تھا  
 ہوا اور بھی بے بدل بے نظیر  
 جو کیسے مصور تو بہتر تھا



زلمے میں مشہور کا مل ہوئے  
سراپا ہوئے شکل بوسفت عین  
ریاست کا کرنے لگے کاروبار  
بسر کرتے تھے عیش و آرام سے

غرض جبکہ پڑھ لکھ کے قابل ہوئے  
پدر کی نگاہوں میں وہ پڑتین  
فراست میں پسند کیا اعتبار  
نہ آگاہ تھے رنج کے نام سے

شکار گاہ کو شہزادے کا جانا وقت مراجعت لب دریا آنا و مان  
ایک شہزادی پر عاشق ہونا جدائی میں صبر و آرام کھونا

کہ شہباز مہنی ہو میرا شکار  
بچھاؤں بیابان میں دام فکر  
تقاضاے دشت سے گھر سے نکل  
بھری دل میں سے آرزوے شکار  
ہوا خسامہ یون ہدم درستان  
ہوا خود بخود دل میں اندوہ گین  
دل آشفتم ہر نگہ گیسو ہوا  
ہوئے دفعۃً پابوس فرار  
خوشی سے سرت سے نفرت ہوئی  
ہوا پامال جنون ناز دل  
یہ پایا گیا آپ سے کھو گیا  
کہا کیون مکر ہو جان پدر  
ہوئی کیلئے چشم تر خشک لب  
چراغ جوانی سے بے نور کیون  
سمجھے نہ زہار برہم مجھے  
مگر مان یہ آتا ہے اکثر خیال  
شاتا ہے سوداے دشت مجھے  
جگر آج لبریز خون سے مرا

بڑے اٹھاساتے گلزار  
ہونٹے میں صید انگلی کام فکر  
جنون کہہ رہا ہے کہ صحر اکو چل  
طبیعت ہے مائل سو کو ہزار  
تصور سے لے کر اجازت یہاں  
کہ اک روز شہزادہ مہم جبیں  
پریشان مانند خوشبو ہوا  
تھکیا بی وعقل و ہوش و قرار  
غم و غصہ سے گرم صحبت ہوئی  
خوشی ہوئی محرم راز دل  
تیر کے عالم میں چپ ہو گیا  
شہنشاہ نے حال پسندیکہ کر  
بتاؤ مجھے برہمی کا سبب  
ہوا رنگ چہرے کا کا فور کیون  
کہا خیر سے کچھ نہیں غم مجھے  
نہ دل پر قلع ہے نہ کوئی ملال  
کہ ہر آنجل گھر سے نفرت مجھے  
بلا خیر جو شس جنون سے مرا

یہی چاہتا ہے دل پر غبار  
 بہل جائے شاید طبیعت و مان  
 سناشہ نے جب قہقہہ مہمبین  
 کبھی کوئی مانغ تھا راتھکا  
 نہ تھی احتیاج اسمین تدبیر کی  
 یہ بیکار کا رنج تسکو ہوا  
 خدا نے جو چاہا تو کل مجھ دم  
 یہ فرما کے تسکین دل بادشاہ  
 طلب کر کے دستور کو وقت شب  
 کہ اس طرح ہے مرضی مہمبین  
 شہان را ضرورت مشن شکار  
 یہ کہہ کر وزیر عجبہ شکار  
 جہا نڈار اٹھ کر محل میں گیا  
 وہ سن سکے کچھ خوش ہوئی کچھ ملول  
 اسی دم سے ہر دل میں فکر سفر  
 سپاہی تھے جو نوجوان و درست  
 وہ تکتے لگے شب سے روئے سحر  
 سواری کے گھوڑے ہوئے انتخاب  
 اگر نام مہمبین سن پائیں وہ  
 خیال منجم سے بھی زود سیر  
 تصور تھکے اولین گام میں  
 گھڑی دو گھڑی بعد غلام نے  
 یہ سامان جب ہو چکا بے سکے  
 انھیں نیند آئی جو بیدار تھے  
 کیا اس قدر خواب نے ازدحام

کہیں کھیلے چلکے دو دن شکار  
 بکجاے دل کی کدورت و مان  
 کہا یہ کوئی امر مشکل نہیں  
 کسی کو یہ صد مدد گوارا تھا  
 عبت آج تک تھے تانیر کی  
 چلو خیر جو کچھ ہوا سو ہوا  
 سو دشت جانا بہ جاہ چشم  
 ہوئے رونق افزا سو بارگاہ  
 کہا حال خسر زندہ نخواہ سب  
 کہا عذر اسمین مناسب نہیں  
 کہ آید پے صید دلہا بکار  
 ہوا سوے دولت سرارہ سپار  
 یہ سب حال بیگم سے اپنی کہا  
 کہا خیر کرتی ہوں میں بھی قبول  
 ہوئی صورت آرزو رخسہ گر  
 سواری شکاری میں چالاک و چست  
 یہ حسرت کہ ہو صبح باندھیں کمر  
 پسند نظر مثل صن شباب  
 حد و دایہ سے نکل جائیں وہ  
 صبا چھو سکے گرد آہنی طیر  
 جو وہ چین میں ہو تو یہ شام میں  
 سب اسباب پن پن دیا سائے  
 تھکے ماندے کچھ دیر سوراہے  
 وہ غافل ہوئے جو کہ ہشیار تھے  
 بنے مشکل تصور یہ جہان تمام

از بس ظلمت شب تھی دامنِ فشان  
 زمانے میں باندھی تھی ایسی ہوا  
 او صبرہ جبین کو یہ تھا اضطراب  
 بلا ہو گیا صبح کا انتظار  
 امیرِ سحر میں وہ بیٹھا ہوا  
 زبان پر رہا شکوہ طولِ شب  
 قضا را پکا رہا فلک پر خردوس  
 قوی پنجہ شبِ اژدہا انجمِ شکار  
 آنحضرتہ جبین لبِ خواب سے  
 اُسی عالمِ بدخوابی میں دل  
 تنہائے محراب میں دم بھر کے بعد  
 پس پشتِ مانِ باب آئے نظر  
 کہا شاہ نے لو چلو ہو سوار  
 نہیں دھوپ کی جانِ نازک کو تاب  
 طبیعت ہے از بس نزاکت پسند  
 یہ سنکر سخنِ مہ جبینِ شاہ سے  
 کہ لاشتیانِ جلد پوشاک کی  
 یہ کہنا و مانِ گردِ فساد ہوا  
 یہ سنتے ہی وہ ہدمِ عنگار  
 وفادار سے کہہ کے پیغام کو  
 رفیقِ سفرِ فراہم ہوئے  
 شہنشاہ نے پناہ کے خلعتِ انجین  
 محل سے نکل کر ہوئے وہ سوار  
 نقیب و سوار و ملازم تمام  
 دور و یہ سوارانِ گلگون قبا  
 بندھی سر سے سیلی زرہ زیبِ تن

ستارے تھے خالِ رُخ آسمان  
 سیاہی نہ تھی قلم سے جدا  
 کہ شب بھر وہیں آنکھیں محرومِ خواب  
 نہ فرکان سے فرکان ہوئے ہلکار  
 سو مطلعِ ہمسرہ دیکھا کیا  
 سحر ہوگی یارب نصیبِ ناز سے کب  
 جگہ سے لگا خلق کو شور کو سس  
 ہوا بیشہ شرف سے آشکار  
 تھکے لوگ مجھ سے کو آداب سے  
 رہا دیر تک مضطربِ مضمحل  
 او تھا وہ بلند اختر و نیک سعد  
 کیا خم پے شوق پا بوس  
 یہی وقت سے خوب بہرِ شکار  
 غضبِ لایسگی گرمی آفتاب  
 کہیں دھوپ لٹے نہ پونچے گزند  
 ہوا سرِ قرن اک ہوا خواہ سے  
 خوشی کر دل و جان غناک کی  
 کہ بہرِ سفرِ عیدِ طیار ہو  
 گیا تیز مانند برق و شدار  
 لے آیا قبا مائے گلِ فام کو  
 زمین بوس کے واسطے خم ہوئے  
 کیا جانبِ دشتِ رخصتِ انجین  
 چلے دیکھتے سیرِ شہر و دیار  
 بڑھے آگے کرتے ہوئے ہتھم  
 پر ناز گھوڑے حریفِ صبا  
 بلا آنکلی سج و جمِ غضبِ باکچین

یہاں تک ہوا از دھام سپاہ  
 لیے ساتھ سامان صید و شکار  
 کیا داسد دل نے پیدا اثر  
 کہ روے زمین کا ہے سبز نقاب  
 پہاڑوں سے آتی ہے ٹھنڈی ہوا  
 گل و لالہ سے دشت ہے شعلہ زار  
 کہیں خندہ پیدا لب گل سے ہے  
 کہیں طفل فنجہ ہے محو سبب  
 کہیں صورت دیدہ استکبار  
 دو دو دام صحرا و وحش و طیور  
 سنی کو س شاہی کی آواز جب  
 سر ہو دج فیل سے رہ جبین  
 مکر حبت کی عنزم جولان کیا  
 ہزاروں سیہ گوش آہو پلنگ  
 جو وحشت میں وحشی گریزان ہوے  
 تہی اتنے ترکش کیے صید پر  
 پریشانہ صحرا پر تیرے  
 پرندے ہو سکتے تھے پریشان  
 نہ گنجشک جانبر نہ تہو ہوا  
 نہ باقی رہا کوئی طائر و مان  
 نظر آئے تو دے جو غنچہ کے  
 ہر اک سمت شہزادہ نوجوان  
 ہوا دھوپ سے سخت آشفہ حال  
 بہت دیر جب دہ فرسا ہوا  
 قد بوس اگر ہوئی موج آب

حجاب فلک بنگی گر در اہ  
 ہوئے داخل دامن کوہ سار  
 عجب عالم لطف آیا نظر  
 دکھاتا ہے جو بن ہجوم حساب  
 بٹھاتی ہے دل کو دمان کی فضا  
 زمین بیابان سے بانغ و بہار  
 کہیں قرزین اشک بلبل سے ہے  
 لیے ہاتھ میں بوستان کا دمن  
 پہاڑوں سے ہے موجزن آہشار  
 پر افشان خرامان ہن نزدیک و دور  
 ہوئے مال حبت و پرواز سب  
 ہوا جلوہ افروز بالائے زین  
 دو دو دام پر تنگ میدان کیا  
 ہوئے کشتہ تیغ و تیر و تفنگ  
 خدنگون سے پہلو نیتان ہوے  
 بنا خارشیت ایک اک جاوڑ  
 شفق گون زمین خون نچیرے  
 بنا جنگل باز ہر آشیان  
 بیابان سب عالم ہو ہوا  
 مگر نام کو ایک ذارع کمان  
 اوڑے رنگ مرغان تصویر کے  
 رہا دو ہر صید افسکن و مان  
 پھر اکھیر کجانب فریب زوال  
 گذر ایک دریا پر آسکا ہوا  
 بنا دیدہ آرزو ہر حساب

تصور میں گرد آسکے پرکار و ار  
 شہر کر دم چند وہ نقتہ جان  
 تمنا اسیر بلا ہو گئی ۛ  
 ہوا لطف دریا سے جوشا و کام  
 کہ دم لب آب یکجا ہوے  
 کیا زیب یسداں پئے نہ بین ۛ  
 ہوا نقشب نگیرہ لا جواب  
 جزاؤ چھپر کھٹ پری کرسیان  
 بچھا کر لب آب تک عمدہ فرش ۛ  
 وفا دار دشمن زادہ نہ بین ۛ  
 بکا ول نے جلدی سے خاصہ چنا  
 غذا جس گھڑی روح پرور ہوئی  
 کیا آکے خلوت میں دو نون نے خواہ  
 دم چند مشغول راحت ہوئے ۛ  
 عیان جب ہوا دہرین قبر شام  
 آنٹھے سوکے وہ دو نون بیدار غمت  
 چپ و راست ہر سمت خندام نے  
 اراکین دولت بصد کر و فرس ۛ  
 نگاہیں پئے سیر دریا بڑھیں ۛ  
 نظر آئی آنکھوں کو ہر موج آب  
 جابون میں جلوے بھرے نور کے  
 یہ نیزنگ پیش نظر تھا بیان ۛ  
 کہ شہزادہ بیٹھا لب آب تھا  
 اسے بیٹھے بیٹھے یہ آیا نظر ۛ  
 ہوا سے دھوئیں کی طرح ہر زمان

پھر آ کے گرد آب بے اختیار  
 ہوا مائل سیر آب روان ۛ  
 ہر اک موج زنجیر پا ہو گئی  
 کیا شاہزادے سے اسدن مقام  
 ہر اک کے لیے نیچے برپا ہوے  
 سدا پردہ مانند چرخ برین  
 دو عالم میں نکلے نہ جسکا جواب  
 ہر اک بارگہ ابر کو ہر نشان  
 زمین کو کیا غیرت افزاے عرش  
 ہوئے آکے دو نون مرغی نقین ۛ  
 کیا نوش مرغوب دل جو ہوا  
 تناسے آرام بستر ہوئی ۛ  
 دیا دل کو ہوش و خروشنے جواب  
 ہم آغوش محبوب غفلت ہوے  
 کیا مکتے دور اپنا تمام  
 ہوئے جلوہ افسر و زبالے تخت  
 بچھا دین کئی کرسیاں سامنے  
 برابر برابر ہوئے جلوہ گر  
 تنائیں بہر تماشا برصین ۛ  
 سبک خیمہ و آمادہ اضطراب  
 مگر سنگریزے تھے سب طور کے  
 نیا رنگ لایا فلک ناگہان  
 تماشا تھے موج و گرداب تھا  
 کہ دریا سے ہے کوئی شہر جلوہ گر  
 بلند گرا ہے سو آسمان ۛ

لگا ہو زمین مثل شہر یک بیک  
 کہا دیکھو کو کیا ہے یہ آشکار  
 چمکتا ہے ٹھیکتا ہے کیا مثل برق  
 یہ سنتے ہی جتنے تھے سپرد جوان  
 ہمیں بھی تامل ہے اس بات میں  
 بیان عقل کچھ کام کرتی نہیں  
 چلی تند ناگاہ اس میں ہوا  
 ہر اک نے جو دیکھا بہت غور سے  
 کہ ہن شکل طاس باغ جنان  
 درخشندہ ہیں تاب غورشید سے  
 سر و سینہ گردن جواہر نگار  
 جڑے مثل گوہرین منقارین  
 تہ سائبان حسن انداز سے  
 کئے نرم تکیے نزاکت بھر  
 وہاں اک مہ غیرت آفتاب  
 جلیسین پر ہی جھبہ و ماہرو  
 کسی عورتین شکل شمس و قمر  
 دکھائی ہوئی ناخدا کی طرح  
 سر ہون کرتی ہوئی پامال  
 وہ جو وقت آتی قریب نظر سے  
 لڑی آنکھ سے آنکھ بے اختیار  
 ترپنے لگا مرغ بسمل کی طرح  
 قد مبوس اگر مصیبت ہوئی  
 ہو اضبط قمر یاد نامہ بیان  
 بہا لخت دل انکسار ہم کے ساتھ

کوئی چیز جاتی ہے ہر دم چمک  
 یہ اٹھتا ہے دریا میں کیسا غبار  
 نظر جس سے ہے بحر حیرت میں غرق  
 تعجب سے کہنے لگے سب کہ مان  
 کہ یہ نور کیسا ہے ظلمات میں  
 کوئی بات دل میں ٹھہرتی نہیں  
 ہوئی سامنے آ کے صورت نما  
 وہ شعلہ نظر آیا اس طور سے  
 سر آب ہے ایک کشتی روان  
 مرصع پر دو بال ناہید سے  
 زمرہ کی دم صورت سبزہ زار  
 ہوا سے زیادہ ہے رفتار میں  
 بجھی ایک مسند ہے سوناز سے  
 قرینے سے ہیں گرد پہلو دہرے  
 ادا سے ہے محو تماشائے آب  
 نزاکت سے ہیں جلوہ گر چار سو  
 بحکمت سے بیٹی ہیں سکان پڑ  
 اور اتنی ہیں کشتی ہوا کی طرح  
 چلی آتی ہے فنک پیک خیال  
 ہوا مہ جبین آنکھ کے مائل او دھڑ  
 ہوا ناوک عشق سینے کے پار  
 ہوا ٹکڑے ٹکڑے جگر دل کی طرح  
 ہم آغوش وحشت طبیعت ہوئی  
 لبون کو پسند آئی مشق فغان  
 بنون کا ہوا شغلہ دم کے ساتھ

انیس جگر بقیہ راری ہوئی  
 خراشیں جگر دشمن جان ہوا  
 اچانک دیکھا یہ احوال جب  
 سروں پر اڑانے لگے غم سے خاک  
 رقم کیا کروں حال کیا ہو گیا  
 تردد ہوا یہ وفا دار کو  
 جو پوچھے گا وہ مجھے حال پرسد  
 ہی ٹھہری شب بھر بس کیجیے  
 ہوئی ہونے والی جو قسمت میں تھی  
 ہماری خطا کیا ہے فقیر کیا  
 ذرا نیے اب حال مان باپ کا  
 بے صبر جس روز ہو کر سوار  
 جدائی میں مان باپ روتے رہے  
 ہونے سے اک آنکے دونوں کے دل  
 جان بھیجیں چچا سپر کا کریں  
 نہ دنیا سے مطلب نہ دین سے غرض  
 وہ روز قیامت وہ آفت کی شب  
 ہوئی جب گھڑی صبح وعدہ عیان  
 مہیا کیا ساز و سامان عیش  
 محل میں درون و بدون چار سو  
 بون پر ہی گفتگو دسبدم  
 چلے ہو گئے گھڑی طے نشان سے  
 بس اب جو یہ غم سامت چند کو  
 یہ شکر کسی نے کہا دو بدو  
 وے عرض کرتی سو یہ جان نشا

دل آرام جان آہ و زاری ہوئی  
 غم عشق کا دل پہ آسان ہوا  
 خمیر میں چپ ہو رہے سب کے سب  
 گریبان و دامن کیے چاک چاک  
 سدا پر وہ ماتم سدا ہو گیا  
 دکھاؤں گا منہ کیا جہاندار کو  
 تو میں کیا کروں بکا بیان وقت پر  
 سحر ہو تو عزم سفر کیجیے  
 مصیبت لکھی میں رحت میں تھی  
 جو دشمن ہو نقد یر تدبیر کیا  
 کہ فرقت میں کیا صدمہ آنکھ ہوا  
 گئے وہ سو دامن کو ہمار  
 پسر کے لیے جان کھوتے رہے  
 رہے نالہ و آہ سے متصل  
 ہی نصبت خیر چھڑا کریں  
 فقط اک آنکھ میں مہین سے غرض  
 کئی روکے باصد ملال و توب  
 آٹھا بستر غیم سے شاد و جان  
 سجا دو نون کردن کو شایان عیش  
 پس پشت حسرت طے رو برو  
 کہ آج آتے ہو گئے وہ فرخ غیم  
 بکل آئے ہو گئے بیابان سے  
 کوئی دم میں دیکھیں گے نہ زندہ  
 خدا یا مبارک ہو یہ گفتگو  
 وہ دن تو نہیں آج اسے شہر یار

کہا تھا جسے خمس درویش لئے ۛ  
 کہ پیش آئے غربت وطن کے عوض  
 گئے بھول سب عیش و آرام میں ۛ  
 ابھی سوئے صبح اس سفر تہیے  
 یہاں آپ بیٹھے رہے عجیب  
 یہ سنتے ہی بس رنگ فق ہو گیا  
 قلق میں جہوم ندامت کے ساتھ  
 ہوا عکس ایسہ پر تو فگن ۛ  
 قضا را وہ دن تھا اسی سال کا  
 نکلتا تھا گھر سے آنکو کبھی ۛ  
 اسی دم جہاں دار ہو کر سوار  
 گیا ہو گا کچھ دور شاہِ حزمین ۛ  
 لیکن عجیب طرح آشفۃ حال ۛ  
 نہ وہ شوکت و شان شاہی ہے آج  
 نہ پرچم ہے غیرت وہ زلفِ حور  
 ہر اک درد و غم میں گرفتار ہے  
 وفادار و شہزادہ با چشمِ تر  
 روانِ اشک ہر چشمِ گریان سے ہم  
 یہ سامانِ اندوہ و غم دیکھ کر  
 مقرر کہیں کچھ دغا پا گئے ۛ  
 قریب اور پہنچا شہنشاہِ جب ۛ  
 دعا گو زرد و ولست و جاہ کے  
 لگا کر گئے دو نون کو پیار سے  
 یہ احوال کیا ہے پسر کا مرے ۛ  
 ہم آغوش کیوں حسرت و غم سے ہے

خبر دی تھی جبکی حق اندیش سے  
 بیابانِ دیکھیں جہن کے عوض ۛ  
 نہ سمجھے کہ کیا ہو گا انجام میں ۛ  
 اسی وقت آنکلی خبر پہنچے ۛ  
 خدا جانے آنکلی خبر کیا نذر  
 جگر صدمہ غم سے شق ہو گیا  
 کیا غور دل میں جو حسرت کے ساتھ  
 کہا مائے قسمت بقول حسن ۛ  
 غلط وہم ماضی میں تھا حال کا  
 اجازت عبت بیٹھے مہر کی دی  
 چلا جانبِ دامن کو ہزار  
 کہ آیا نظرِ شکر مہِ جبین ۛ  
 سرا سر تختِ سرِ ابا ملال ۛ  
 نہ وہ با ہمکن کجکلاہی ہے آج  
 نہ وہ نالہ کو سفسرِ یادِ صور  
 خرابی کا ہر شے سے انہار ہے  
 ہم ایک ہو دج میں ہین جلوہ گر  
 گریبانِ پیوندِ امان سے ہے  
 یہ کہنے لگا خسرو داد گر ۛ  
 یہ بیشک کسی بیچ میں آ گئے ۛ  
 ہوئے آ کے حاضر ہوا خواہ سب ۛ  
 ہوئے سرنگون سامنے شاہ کے  
 ہوا شاہ گویا دفا وارتے  
 دل افکار کیوں ہے جگر کا مرے  
 روانِ اشک کیوں چشمِ پر غم سے ہے



طبعیت میں یہ جوش و شہت ہے کیون  
 یہ صورت ہے کیون جان ناشاد کی  
 کہا اسے رور و کے یکساں رگی  
 بہت کچھ ہے قسمت میں لکھا ہوا  
 کیا تھا لب آب دریا مقام  
 تماشائے موج و گرداب تھے  
 سراپا بشکل تصور روان  
 پڑی شاہزادے کی اسپرنگاہ  
 نہ پاتا تھا موقع کسی بات میں  
 بہم ربط پردازا لفتب ہوا  
 اسی نے کیا آپ سے نجیہ  
 وہی وجہ فریاد و زاری ہوئی  
 فقط رہ گئی نوحہ خوانی مری  
 ندامت ہوئی بخت ناکام سے  
 یہی تھا مقدر میں لکھا ہوا  
 گھڑی بھیر میں سب زیب خانہ ہوے  
 اوڑانے لگی خاک بالائے سر  
 بنی آہ بام فلک کی کسند

جگر آشنائے صیبت ہے کیون  
 لبون کو ہوس کیون ہے فریاد کی  
 پس عذرِ تقصیر و جیسا رگی  
 یہی بخت ہے تو ابھی کیا ہوا  
 یہ قصہ ہے کل کا کہ نزدیکِ شام  
 فراہم ہر اک سمت اجاب تھے  
 ہوئی ناگمان ایک کشتی عیان  
 کوئی آسمین تھی جلوہ گر کتاب  
 ازل سے زبس عشق تھا گھات میں  
 میسر جو یہ وقت فرصت ہوا  
 اسی کافسون ہو گیا کا رگر  
 وہی باعث و لنگاری ہوئی  
 نہ کام آئی کچھ جانفشانی مری  
 نہ واقف تھے آغاز و انجام سے  
 کہا خیر قسمت سے چارہ ہے کیا  
 یہ کہہ کر دمان سے روانہ ہوئے  
 خبر نکلے یہ مادرِ نوحہ گر  
 ہوانالہ تا چرخ ہفتہ بلند

آتشِ فرق میں مجہدین کا جلنا مان باپ سے رخصت ہو کر تلاش  
 محبوبہ میں باہر نکلتا راہ میں مہر شاہ سے ملاقات ہو جانا شاہزادے کو  
 اپنے گھر آسکا تھا رانا و مان سے تنہا وزیر زادے کا جانا منزل  
 مقصود سے کامیاب پھر آنا

دلادے سفر کی اجازت مجھے۔

پلاس تیا جام رخصت مجھے۔

شکایت سنون کیا دل زار کی  
 سننا ہے کہ جب وہ اسپر بلا  
 بہت کچھ اجٹانے تندیہ کی  
 ہوئی ہر گھڑی اسکی وحشت فزون  
 بنی آئینہ حیرت آرزو  
 ہوا سرخ رخسار کا رنگ زرد  
 نقاہت سے ہر عضو لاغر ہوا  
 نہ وہ نشہ کا مسراتی رہا  
 خفا ہو کے اک دن غم یار سے  
 کہ اے غمگسار دل بقیہ دار  
 یہ احوال اب تو مرا ہو گیا  
 بہت مینے چاہا کہ یہ غم نہ ہو  
 مگر کیا کروں دل سنبھلتا نہیں  
 مرا حال مان باپ سے عرض کر  
 کسی شہر بستی میں جا کر کمین  
 تعجب نہیں عشق خود کام سے  
 یہ دن رات کے درد و غم دور ہوں  
 وگرنہ میں گھٹ گھٹ کے مرجاؤں گا  
 قریب سحر زیت کی شام ہے  
 بہت جلد دیکھے گا اے غمگسار  
 یہ سنکر دفا دار عالی گھر  
 کہا ماہر اے دل پر لال  
 کیا واقعہ اندوہ جانکا ہے  
 دیا اُسے مجبور ہو کر جواب  
 کروں منع کس حوصلے پر تہین

کروں میں کہیں جستجو یا ہو کی  
 ہوئے دشت سے گھر میں رونق فزا  
 نہ کاوش گہمی خار تقدیر کی  
 گریبان تک پھونچے دست جنوں  
 غمو نشی سے ہوئے لگی گفتگو  
 دکھائے لگی گریبان آہ سرد  
 تن ناتوان تار بستر ہوا  
 نہ وہ لطف جوش جوش جوانی رہا  
 کہا مہ جبین نے دفا دار سے  
 شفا بخش بیماری ہجر یار  
 کہ حیرت ہے مجھ کو بھی کیا ہو گیا  
 کسی طرح میرا یہ عالم نہ ہو  
 تقدیر سے کچھ زور چلتا نہیں  
 اجازت کا خوان مان ہو ہر سفر  
 کروں جستجو سے بُت ناز میں  
 ملوں دل بے نازک اندام سے  
 خوشی سے دل وسینہ مہمور ہوں  
 کسی روز جی سے گزر جاؤں گا  
 یہ غم موت کا مجھ کو پنیام ہے  
 عروسِ لحد سے مجھے ہمکنار  
 گیا شاہ کے پاس با چشمِ تری  
 پدر سے پسر کا کیا عرض حال  
 طلبگارِ رخصت ہوا شاہ سے  
 مری کیا خوشی کیا میں خانہ خراب  
 سفر کی نہ رخصت دوں کیونکر تھیں

جو ملتی کوئی راہ در مان مجھے  
 بلا سے جدائی بلا لائے گی  
 مجھے ہے خوشی سے تمہاری غرض  
 جو کچھ چاہیے ہو سفر کے لیے  
 وہ سب ساتھ لو اپنے سرکار سے  
 مگر خستہ جانوں کا رکھنا خیال  
 جو محبوبہ سے گرم آنکھیں ہو  
 پس کا مرانی نہ پھینا خراب  
 کہ شاید وفادار زندگی کرے  
 تمہیں آنکھ سے دیکھ لیں مرنے دم  
 یسٹنکر وفادار نے شاہ سے  
 اسی دم سے وہ ہمدرد و آہ  
 زروسیم داساب جاہ چشم  
 پدر کی اجازت سے لے کر تمام  
 پھونچ کر لب آب مشکل گزار  
 وفادار کے ساتھ با چشم تری  
 اشارہ کیا ناخدا کی طرف  
 لیے جاتی تھی آرزوئے سفر  
 برابر شب و روز مثل حباب  
 اس طرح کشتہ سفر میں رہے  
 کئی روز کے بعد وقت سحر  
 عمارت کے آثار پائے گئے  
 یہ ٹھہری کہ پھر یہ میسر کہاں  
 اسی سمت کا سب نے رستایا  
 اتر کر قریب جزیرہ کمین

تو کہتا نہ دو داغِ حبلان مجھے  
 گذرانی جو ہوگی گذر جائیگی  
 تمہاری غرض سے بہ ساری غرض  
 جو درکار ہو عمر بھر کے لیے  
 سدا رو رہو جس زخار سے  
 سمجھنا ہمارا بھی اپنا مال  
 یہ غمگین نہ دل سے فراموش ہو  
 روانہ اسی سمت ہونا شتاب  
 جفاے فلک مہربانی کرے  
 نہ جائیں پر ارمان تہ خاک ہم  
 کما آگے اس غیتہ ماہ سے  
 ہوا مال ساز و سامان راہ  
 غلام و کنیران و خیل و خدم  
 چلا جانبِ جسد نزدیک شام  
 کیا ایک کشتی میں سب کو سوار  
 ہوا آپ بھی اک طنز جلوہ گر  
 چلا تو لگا کر خدا کی طنز  
 بشکل خضر ثوق تمہارا راہ بڑ  
 روانہ رہے ہمہ موج آب  
 تلاسنِ بت سیمبرین رہے  
 جزیرہ انھیں ایک آن نظر  
 دکھائی دیے لوگ آئے گئے  
 کرین چند ساعت غلط غم بیان  
 لب آب کشتی کا لنگر کیا  
 تر دو دین بیٹھے تھے دو نون خیز

ہم گرم نظر راہ شہر تھے  
 کہ ہمیں نمایاں ہوئے کچھ سوار  
 نظر آیا شانہ سارا جلوس  
 وفادار نے ایک دہقان سے  
 یہ سکی سواری کا سامان ہے  
 کہا اُس نے آتا ہے یہ مہر شاہ  
 اسی کے ہے قبضے میں یہ سرزمین  
 گیا تھا کہیں آج بہر شکار  
 سو قصر جنت نشان جائے گا  
 یہ متکروہ دونوں گرفتار غم  
 قریب آ کے نکلا جو وہ مہر شاہ  
 رہا دیکھتا دیدہ غور سے  
 قیافے سے اُس کے یہ پایا گیا  
 ادا کر کے اول وہ رسم سلام  
 یہاں کس ضرورت سے آنا ہوا  
 نفا کیوں ہوا اے وطن سے ہو  
 سفر کے سزاواریہ دن تھے  
 کہا اُس نے رو کر کہ اے مہر شاہ  
 عجیب گردشِ چرخ خود کام ہے  
 لقب ہے پدر کا جہاندار شاہ  
 مرے ساتھ ہے یہ جو رشکِ قمر  
 جہان میں وفا دار مشہور ہے  
 نہ بھایا فلک کو جو میرا فراغ  
 چھڑا کر مجھے اپنے ان باپ سے  
 یہی سرگذشتِ دل چاک ہے

تماشا کی گردش دہرتے  
 دور وہ قریب سے باندھے قطار  
 ہوئی ہمدم گوش آواز کوشش  
 کہا کون آتا ہے اس شان سے  
 قدم بوس کس کا یہ میدان ہے  
 یہی اس جزیرے کا ہے بادشاہ  
 اسی کے ہے یہ ملک زیرِ بھین  
 چلا آتا ہے دھوپ میں بقیار  
 اسی راہ سے تار مکان جائے گا  
 ہوئے اور جانب مخاطب ہم  
 پڑی ناگمان مہ جبین پر نگاہ  
 بنا نقشِ حیرت ہر اک طور سے  
 کہ یہ ہے کسی ملک کا بادشاہ  
 ہوا حرف زن آپ کا کیا ہے نام  
 کہ صراحت مصیبت میں جانا ہوا  
 جدا کیلئے اُس چمن سے ہوئے  
 نکلنے کے گھر سے ابھی سن تھے  
 کون آپ سے کیا میں حالِ تباہ  
 سیہ بخت ہوں تہہ چین نام ہے  
 زمین میں اُسکی ہے تخت گاہ  
 وزیرِ پدر کا ہے نورِ نظر  
 وطن سے مرے واسطے دور ہے  
 دیا نوجوانی میں الفت کا داغ  
 قدم بوس لاکر کیا آپ سے  
 یہی نوحہ جان غمشک ہے

اُتر کر گلے سے لگا یا اُسے نہ  
 اُسی گھسہ کا مین بھی منگوار ہوں  
 اُنھیں کی بدولت ہے یہ تخت و تاج  
 عنایت کریں سر فرازی کریں  
 مرے ساتھ چلیے ومانتک ذرا  
 مشرف حصول سعادت سے ہوں  
 اُنھیں اپنے ہمراہ لایا غرض  
 دمان جا کے ٹھہرے وہ نازک داغ  
 زمانے کے ہدیے مہیا کیے نہ  
 کمر بستہ حاضر رہا صبح و شام  
 ہوا کچھ نہ دانش کا اُسکے سبب  
 نہ خالی ہوئے لالہ سان داغ سے  
 خوش آئی نہ فرمایا بدل سے  
 قدس کو دار سمجھا کیا  
 توڑھتا یہ اشعار تازہ خیال نہ

یہ منکر بہت جیت آیا اُسے نہ  
 کہا آپ کا کفنس بردار ہوں  
 جہا نزار کو دیتا ہوں مین خراج  
 بس اب آپ بندہ نوازی کریں  
 یہاں سے ہنز دیکھ دولت سرا  
 سرافراز کچھ لطف خدمت سے ہوں  
 ہر اک طرح اُسے منایا غرض  
 دیا رشتک فردوس اک خانہ بلغ  
 فراغت کے سبب اب یکجا کیے نہ  
 حضوری مین دن رات مثل غلام  
 ولیکن یہ سامان عیش و طہیر  
 کسی روز آغوش دل بارغ سے  
 نہ بھایا کبھی خندہ گل اُسے نہ  
 خیم زلف سنبل سے ابھھا کیا  
 کبھی اگر قسطن دل کو ہوتا کمال نہ

### غزل

کہ سحر کو رورو کے دریا کیا  
 مرے ضبط نے مجھ کو رسوا کیا  
 زمانہ بہت رنگ بدلا کیا  
 خیالی مین زنجیر پہنا کیا  
 جسے مین نے برسوں مین اپنا کیا

مری چشم تر نے تماشا کیا  
 خموشی سے افشا ہوا راز عشق  
 نہ بہلا کسی وضع سے دل مرا  
 مزاقید کا تھار مائی مین بھی نہ  
 اُسے جین دعو اسے بیگانگی نہ

مین تسلیم جب تک رنادر مین  
 خدا لی ہر اک بت کی دیکھا کیا

دمان شکل همان رنادر روز  
 یہ کی عرض اکدن کہ اسے مہ جین نہ

سی طسرت تہزادہ دلفروز  
 دنا دار ہنے ہو کے اندو مہین نہ

ترا تو ہوا ہجر سے اب یہ حال  
 بدن میں نہ وہ تاب و طاقت رہی  
 تقاضے نہ وہ آرزو کے رہے  
 عدم آشنا ہے ہر اک دم ترا  
 نہیں تیری قسمت میں وصل صنم  
 بس اب تجھ کو اشد پر چھوڑ کر  
 خبر لاؤں گا اُس کو یا لاؤں گا  
 یہ کہہ کر اٹھا ہمدِ جان نثار  
 خریدا ہر اک طرح کا عمدہ مال  
 مستاعِ گرامنہ لاکر تمام  
 دم صبح روتا ہوا زار زار  
 نہ دیکھا کسی کو اٹھ کر نظر  
 و لیکن زبان پر یہی گفتگو  
 نہ میں اُسکے نام و نشان سے خبر  
 جزیرون میں ہر سمت ہوتا ہوا  
 ٹھہرنا کسی جا جو آرام سے  
 جو احوال گذر لب آب تھا  
 ہوا مہ جبین جس سے خانہ خراب  
 وہ کشتی کا ہونا گذر سائے  
 وہ چار آنکھیں ہونا محبت کے ساتھ  
 تڑپنا وہ ٹھنڈے کا خاک پر  
 غرض اُس نے دیکھا تھا جو ماجرا  
 سفر میں یہی شغل و نزات تھا  
 پھر ادھون تک جگر چاک وہ  
 و لیکن کہیں اُس نے انجام کو

کہ جنبش بھی ہے دشمنوں کو محال  
 نہ وہ دل نہ دل میں وہ بہت ہی  
 نہ وہ حوصلے جستجو کے رہے  
 قریب آچکا وقت ماتم ترا  
 سحر ہونے والی نسیمِ شام غم  
 یہاں سے میں کرتا ہوں تنہا سفر  
 جو کچھ ہو سکے گا بجا لاؤں گا  
 گیا سوے بازار ہو کر سوار  
 کیا دے کے زرتاجرون کو نال  
 کیا شب کو مثل مسافر مقام  
 ہوا ایک کشتی میں اگر سوار  
 چلا اک طفرہ غم زدہ بخیہ  
 کہ یارب کروں میں کہ ہر جستجو  
 نہ واقف کہ وہ تھی پری یا بشر  
 چلا چار و ناچار روتا ہوا  
 تو دل کو لگاتار نئے کام سے  
 جو دیکھا کھل آنکھ سے خواب تھا  
 کیا جنے پیدا غم اضطراب  
 وہ آنا کسی کا نظر سائے  
 وہ بھرنا دم سردی کے ساتھ  
 وہ مجمع اجنا کا بالائے سر  
 وہ سب کھینچنا نقشبے بیٹھا ہوا  
 یہی باعث صرف اوقات تھا  
 اوڑیا کیا جا بجا خاک وہ  
 نیا یا سراغ دل آرام کو

ہوا سخت مضطرب کہ جاؤں کمان  
 نہ بن آئی کچھ عقل خود کام سے  
 دم غصہ گزاری ہی دل میں دھیان  
 عدم کو روانہ ہو اس حال سے  
 ہوا جو نہیں آمادہ ترک جان  
 ارے اس قدر تو ہر اسان نہ  
 نہ گھبرا ہجوم مصیبت سے تو  
 چلا جا دم صبح تک بیخبط  
 بڑھا نا نہ زنجار آگے قدم  
 دمان کا جو تھا شاہ فرمان روا  
 نہ رکھتا تھا جز گوہر و سیم وزر  
 مگر ایک دختر سے صاحب جمال  
 زبس خبر و نازک اندام سے  
 وہی ہی سر تخت جلوہ فروزش  
 شیر ایک سے اسکی فخت و زیت  
 دل افروز ہے اس پریر و کام  
 گئی تھی پئے سپر دریا وہی  
 وہی دشمن عیش و عشرت ہوئی  
 پرا سکومہی سے مہربین کا خیال  
 کبھی چین سے شب کو سوئی نہیں  
 وہن جا کے ہو کا ر پر داز تو  
 یہ کہہ کر نہ آئی وہ آواز چھپ  
 زبس غیب سے رہنمائی ہوئی  
 ہوا منفصل عسکرم بجا سے وہ  
 دگرگون جو آغماز مطلب ہوا

پتا بخیبر کا لگاؤن کسان  
 ہوا تنگ نیرنگ ایام سے  
 کہ دریا میں دے ڈوب کر اپنی جان  
 فراغت ہو دنیا کے جہاں سے  
 صد اغیب سے ایک آئی دمان  
 نہیں کوئی مشکل جو اسان نہ  
 خفا ہو نہ تکلیف و محنت سے تو  
 تجھے ایک باغ آئے گا کل نظر  
 قریب اسکے ہے شہر نیک ارم  
 کئی سال گزرے کہ وہ مر گیا  
 کوئی لال لیا کہ روشن ہو گھر  
 پری روز فرشتہ نش خوشصال  
 سمن بواقب رشتک گل نام ہے  
 تاجی آئی کے ہن حلقہ بگوش  
 قیامت غضب فتنہ آفت شہر  
 کیا کرتی ہے ملک کا انتظام  
 ہوئی باعث خوش سودا وہی  
 وہی رخنہ انداز راحت ہوئی  
 جدائی سے رہتی ہے آشفہ حال  
 کوئی دن نہیں ہے جو روتی نہیں  
 دہن عشق کے دیکھ اعجاز تو  
 ہوا اور افشا نہ کچھ راز چھپ  
 بلا مل گئی سر پر آئی ہوئی  
 بچا افعی موج دریا سے وہ  
 چھپا روز پیدا رخ شب ہوا

نہ آنے دیا آنکھ میں کھل خواب  
 روارو تھا گرم سفر بمانہ  
 قنارہ افح سے پس انتظار  
 ستاروں کی برہم ہوئی آنجن  
 سخی تھی جو آتے خبر غیب سے  
 ملا دست چپ ایک دلچسپ باغ  
 قریب اُسکے اک شہر منوہود  
 ہوا کوئے دلبر کی آنے لگی  
 لب آب کشتی کو لنگر کیا  
 نظر آ گیا جب دیار حبیب  
 نمایاں ہوا ایسا ہی مکان  
 کہیں اُس گھڑی رشک گل نام پر  
 ٹٹکتا ہوا یہ اودھر جو گیا  
 بجا بی بہت دل میں کٹ کٹ گئی  
 مگر فکر ہر دم کہ یہ فوجان  
 مسافر یہ میرے وطن کا نہیں  
 رہی چند ساعت شش پنج میں  
 دیا حکم آخر دل فرور کوٹ  
 کہان کے ہوا رونق افسر وزیر  
 کہ ہر رہنما آب و دانہ ہوا  
 یہ شکر لب سحر گفتار سے  
 وفا داکے پاس اگر شتاب  
 کہ آئے گرد و امان بجا رگی  
 تجھے رشک گل دیکھ کر بام سے  
 کہ تو کس ولایت سے آیا یہاں

چلا محو سیر شب ماہ تاب  
 برابر لڑی تھی نظر سانسے  
 سحر کا پیدا ہوا آشکار  
 بنا صاف آئینہ ہر رخ کن  
 ہوا اس کا پیدا اثر غیب سے  
 جسے دیکھ کر خلد ہو داغ داغ  
 کہ آتی ہے اُس سے ہوائے مراد  
 ہوا خوشی کہ محنت ٹھکانے لگی  
 اُن تر کر سو شہر رستا یسا  
 تو سمجھا کہ اب جاگے اپنے نصیب  
 دلاویز ماخذ قصر جنان  
 خدایان تھی مشکل نسیم سر  
 نظر مل گئی سامنا ہو گیا  
 مقابل سے دل کی طرح ہٹ گئی  
 کہان سے ہوا آ کے دار دیہان  
 یہ سر وہی اس جن کا نہیں  
 بہت دم گھٹا اہل فہم درخ میں  
 کہ جادو دیکھ اس خاندان سوز کو  
 بنا آگ میں کنگے دل سوز یہ  
 سفر کے لیے کیا ہسانہ ہوا  
 چلی وہ قیامت کی رفتار سے  
 یہ کھنے لگی وہ بہت بیجا ب  
 فہم بوسہا بان اوارگی  
 یہ فرمائی تھی لطف و کرام سے  
 حرا نام کیا ہے وطن ہے کہان



کہ صرع عزم ہے خاطرِ پاں کا  
 تجر و پسند طبیعت ہے کیوں نہ  
 تجھے کیوں ہے پاسِ دل آزدگی  
 اگر باعثِ ننگِ ہمت نہ ہو  
 تو لازم ہے ممان نوازی ہیں  
 یہاں کی بھی کچھ روزِ کسیر تو  
 یہ شکر کہا اے بتِ حیلہ جو  
 تجھے کیا ہو مطلبِ وطن سے مرے  
 نہیں رشکِ گل کی مجھے کچھ خبر نہ  
 بلاتی ہے گھر اپنے ممان سے نہ  
 کہان میں اسیرِ کشتِ الم نہ  
 فردا دل میں کر غور دھوکا نہ ہو  
 کہان ہیں مرے ایسے دشمنِ نصیب  
 اگر یہ فسوںِ محبت اثر نہ  
 تو یہ عرصہ صبر کر تو زبانی مری  
 کبھی وقتِ فرصت جو آؤنگا میں  
 قدمِ رنجہ پہلے مگر کیجیے  
 کوئی عذرِ محبت کو نہیں آپ سے  
 پسند طبیعت گرایا نہیں  
 مسافر ہوں راحتِ جان پاؤنگا  
 دلِ افروز نے رشکِ گل سے تمام  
 کہ وہ اک عجب مردِ چالاک ہے  
 نہیں ہے ادب پر نظر بات میں  
 بہت دور ہے سختِ مغرور ہے  
 یہ کہتا ہے شریفِ خود دلائن وہ

ارادہ ہے کیا شوخِ بیباک کا  
 گو ارا یہ تکلیفِ غربت ہے کیوں نہ  
 اٹھاتا ہے کیوں نازِ افسردگی  
 تکلف و بالِ طبیعت نہ ہو  
 تجھے ایک دودن کی تکلیفِ دین  
 نہ جان اپنے دل سے ہمیں غیب تو  
 تو ہو کون کرتی ہے کیا گفتگو  
 غرض کیا ہے رنج و محن سے مرے  
 کہ انسان ہے یا کوئی جانور  
 لگاتی ہے یہ داغِ احسان کے  
 کہان خسروانہ یہ لطف و کرم  
 کسی اور کے پاس بھیجا نہ ہو  
 جو کوئی بلا کر بھائے قریب  
 نہیں راہِ شوخی سے اسے فتنہ گر  
 کہ طومار ہے خستہ جانی مری  
 کہانی سب اپنی سناؤں گائیں  
 مری سبکی پر نظر کیجیے  
 زمین بوسِ آکر میں ہوں آپ سے  
 تو کچھ آپ کی محکروا نہیں  
 کوئی دمِ ٹھہر کر چلا جاؤنگا  
 کہا بے نیاز نہ جا کر پیام  
 دریدہ دہنِ شوخِ بیباک ہے  
 ظرافت کی لیتا ہے ہر بات میں  
 کمالِ تکلف سے معذور ہے  
 یہاں سے مجھے آکے لیجائیں وہ

نہوگر خلافت آپ کی شان کے  
 کہا رشک گل نے کہ جو ہو سو ہو  
 اتفاقاً سے دل سے بڑھی بے کلی  
 خرامان خرامان وہ رشک قمر  
 جمعہ کر سر عجز و تسلیم کو  
 گرا پاؤں پر بڑھ کے بے اختیار  
 فسون زبان سے لبھایا اسے  
 خوشامد کی باتیں ہنسانے لگا  
 بن آئی جب اسطرح تقدیر سے  
 کسی فن سے وہ پاک گوہر اٹھا  
 چلی وہ سو کشور مہر شاہ  
 موافق ہوا پا کے مثل نظر  
 بشکل تصویر بان نکلا وہ  
 ابھی سن رہی تھیں وہ حال سفر  
 تو دیکھا کہ وہ ہے سفینہ روان  
 ختمی وہ عمارت نہ وہ شہر تھا  
 تاثیر سے عالم عجب ہو گیا  
 پکاری غم و درد کے جوش میں  
 یہ ساحر لگا کر تجھے بات میں  
 ستم کا ارادہ طبیعت میں ہے  
 خبر لے کہان ہے ترا شہر و باغ  
 کہان تجھ کو ہوتی تھی شام و سحر  
 یہ منکر غضب میں بت تند خو  
 نظر غور سے کی جو آئے وہاں  
 خفا ہو کے اس تازہ کردار سے

تو چلیے ابھی پاس مہمان کے  
 اسی ہمیر و ت کا کنتا کرو  
 دل افسردہ کو ساتھ لے کر ملی  
 لب آب دریا ہوئی جلاوہ گر  
 یہ اٹھا رہہ و رسم تغصیم کو  
 کہا اس غایت کرم کے نثار  
 قریب اپنے لاکر ٹھایا اسے  
 ہر اک تحفہ ہدیہ دکھانے لگا  
 لیا کام دل حسن تدبیر سے  
 دیا بڑھ کے کشتی کا سنگر اٹھا  
 اوڑی زور میں مثل ابرسیاہ  
 ہوئی مائل قطع بعد سفر  
 نکل آئی دم میں مینوں کی راہ  
 کہ اسمین پڑی ایک کی جب نظر  
 نپا یا کہین گھر کا نام و نشان  
 فقط داغ نیرنگی دہر تھا  
 کہا آئے ہو ہو غضب ہو گیا  
 اری رشک گل آذر ہوش میں  
 اوڑا لپچلا ہے کہین گھات میں  
 مقرر و غما اسکی نیت میں ہے  
 کہان رہتی تھی روز و شب با فراغ  
 خرامان ابھی تھی کہان بام پر  
 اٹھی صورت شعلہ آرزو  
 نہ وہ شہر دیکھا نہ پایا مکان  
 کہا رشک گل نے و فادار سے

کہ اے بیبا اے جفا آشنا  
 ہوا دشمن ملک و عیش و فراغ  
 خدا تجھ کو ظالم پشیمان کرے  
 نہ کام آئے تیرے جوانی تری  
 نہ ہو بہرہ ور کامرانی سے تو  
 نئے ظلم سے شہر ویران کیا  
 کہا اُسے اے رشک گل غم نہ کھا  
 اجازت اگر دے تو میں خستہ جان  
 سنا ہو گا زیرِ سپہر کتنے  
 دمان کا جہاندار ہے بادشاہ  
 کہیں اُس کا نورِ نظر رہ جبین  
 ہر اک سمت تھا حسنِ عبدِ شباب  
 قضا را سہرِ شام اُس دن مان  
 بیانِ حینان نازک کمر  
 وہ کشتی جب آئی نظر کے قریب  
 تری شکل وہ دور سے دیکھ کر  
 جگر میں غم و درد نے راہ کی  
 مگر تو نے کچھ آدمیت نہ کی  
 نسلی نہ کی جانِ غمناک کی  
 تغافل سے آنکھیں چرائے ہو  
 اسی دن سے اُسکی یہ حالت ہوئی  
 پریشانیوں کے پریشان رہا  
 ہر اک دم رہی زندگانی وبال  
 مجداجب سب اسبابِ رقت ہوئے  
 کیا ترک پاسِ ادب ضبط نے

یہ کیا قہر و آفت ہے کیسی دغا  
 مرے شہر کو کر دیا بے چراغ  
 گرفتارِ زندانِ حرمان کرے  
 لے خاک میں نوجوانی تری  
 نہ چھوٹے غم جاودانی سے تو  
 بلا کر مجھے خوب احسان کیا  
 کوئی اور جگہ سے نہیں مدعا  
 کروں داستانِ نصیبت بیان  
 بہت پُر فضا سر زمین میں  
 سپہدار و عا دل رعیت پناہ  
 لبِ آب دریا تھا منزلِ گزین  
 زیارت گم دیدہ مے جاب  
 ہوئی دور سے ایک کشتیِ عیان  
 تو اُسپر تھی سونا ز سے جلوہ گر  
 ہوئی شاہزادے کی حالت عجیب  
 گرا تخت سے بسترِ خاک پر  
 لبوں پر چڑھائی ہوئی آہ کی  
 ادا کوئی رسمِ مروت نہ کی  
 خبر تک نہ لی اُس جگر چاک کی  
 چلی آئی گردون جھکائے ہو  
 کہ جینے سے اپنے خجالت ہوئی  
 جفا نے خموشی سے نالان رہا  
 ہوا خواب و خور اس کو خوابِ خیال  
 دل و جان طلبگارِ رخصت ہوئے  
 سرِ عقل ٹھکرا دیا ضبط نے

جنون راہ پر اپنے لایا آسے ۛ  
 جدا ہو کے آخر کو مان باپ سے  
 پھرا چا رسو روز شب دہسرتین  
 بت دور ہی اک جبریرہ اوہر  
 و مان چھوڑ کر اسکو اس حال میں  
 نپائی خبر کچھ نہ پھر کر گیا  
 شب دروز تکلیف غسرت سہی ۛ  
 مرقع نکلو ا کے تصویر کا ۛ  
 کہا دیکھ اے فتنہ روزگار ۛ  
 یہی عشق میں تیرے رسوا ہوا  
 اسی نے ترے واسطے کھا کے غم ۛ  
 یہ سنکر کہا رشک گل نے کہ مان  
 اسی دم سے یہ عشق خانہ خراب  
 رہا نالہ بے صدا ہنفس ۛ  
 ترستی رہی عیش و آرام کو  
 شب ہمہ بین شمع محفل کی طرح  
 یہی با عیش پارسانی ہوا  
 ہمیشہ جدائی سے محبت رہی  
 نظر جانب غیر اصرار نہ کی ۛ  
 کیا آج الفت نے بارے اڑا  
 فقط جذب دل کھینچ لایا بیان  
 یہی ذکر آپس میں کرتے ہوے  
 وہ کشتی شب دروز مثل صبا  
 مینون میں جب قطع منزل ہوئی ۛ  
 وفادار ٹھہرا کے آنکھ و این ۛ

بیابان بیابان پھر ایا آسے  
 ہوا وہ غریب الوطن آپ سے  
 نپایا تجھے پر کسی شہر میں ۛ  
 نہایت دل آویز و آبا درط  
 میں پھونچا ہوں تجھے تک کی سال میں  
 خدا جانتے جیتا ہے یا مر گیا  
 اسی کے لیے سب یہ آفت سہی ۛ  
 دیا نقشہ اس تازہ دلیہ کا  
 یہی مہ جبین ہے ترا جان نثار  
 اسی کو جنون خط سودا ہوا  
 اٹھائے ہزاروں طرح کے ستم ۛ  
 یہ سب راز پنہان ہے مجھ پر عیان  
 مرے بھی جگر میں رہا شعلہ تاب ۛ  
 خموشی کو سمجھا کے فریاد رس ۛ  
 نہ کیجھا کبھی صورت جام کو  
 ہمیشہ رہی ایک سی دل کی طرح  
 یہی وجہ ناکتخدا لی ہوا  
 دماں آرزو مند حسرت رہی  
 تنہا کی ہرگز تمنا نہ کی ۛ  
 جو اس تجبر کی تو لایا غب ۛ  
 نہیں تو بھلا تو کہاں میں کہاں  
 چلے دم محبت کا بھرتے ہوے  
 سر آب دریا نہ ہی جبہ سال ۛ  
 سلامت زمین بوس ساحل ہوئی  
 کیا آپ تنہا سو مہ جبین ۛ

ہوا رونق افروز جب باغ میں  
 یہ دیکھا کہ ہر سمت ہے ازدحام  
 کوئی فوج گر کوئی فتناک ہے  
 کسی کے لب پر ہجوم فغان  
 یہ سامانِ غم دیکھ کر ہر سینہ  
 گئی رایگان ساری محنت مری  
 غرض آ کے نزدیک احباب سے  
 لگا کر گلے سے و فساد کو  
 کہا یہ ہے حال دل شہر یار  
 رنماں جنگ توجہ محو سفر  
 پھر اکس طرح کشور یار سے  
 کہا کیا کروں عرض یہ داستان  
 مگر مان فدا اسکی میں شان کے  
 ملایا بٹ نازنین سے مجھے  
 سنا کر شب دروز چاہت آئے  
 منافش میں شہزادے نے ناگمان  
 ہو گو نہ ہشیار اندک خبث  
 کہا ذکر کیوں ہے مرے یار کا  
 بیان جلوہ گر کون دبیر ہوا  
 یہ بڑھ کر قدم پر گرا ناگمان  
 اسے شل داغ غم دہرایا  
 ملے دونوں پروردہ درد و غم  
 بڑی دیر تک مشکبازی رہی  
 کہا اسنے آخر کہ اے عکسار  
 کہا شکر ہے تیری تقدیر سے

نظر آیا عالم مجب باغ میں  
 فراہم ہیں ارباب دولت تمام  
 کوئی مثل غنچہ جگر چاک ہے  
 کسی کی ہین آنکھوں سے آنسو روان  
 ہوا و لاشیں مگر کیا مہم بین  
 رہی دل کی دل ہی میں حسرت مری  
 ملا شوق و الفت کے آداب سے  
 وہ رونے لگے غم کے بیمار کو  
 سنا جلد تر فردہ و وصل یار  
 ہوا کیا رہ عشق میں چارہ گر  
 بجا لایا کیا شرط و اقرار سے  
 بہت طول ہے شکوہ آسمان  
 کہ اُسے طفیل اپنے احسان کے  
 کیا سرخرو مہم بین سے مجھے  
 یہاں تک میں لایا سلامت آئے  
 کہ ذکر و فساد ہے کچھ بیان  
 کھلی عالم شوق میں چشم تر  
 بیان آج کیا ہے و فساد کا  
 فلک مہربان آج کس پر ہوا  
 اٹھا ہو کے بیتاب وہ نیم جان  
 لگا کر کلیجے سے رونے لگا  
 ہوا سینہ پیوند سینہ ہم  
 ہم آہ و فساد و زاری رہی  
 سنا کچھ نوید شب وصل یار  
 بن آیا ہر اک کام بند بیر سے

لے آیا بست نازک اندام کو  
 وفا دار نے ماجرائے سفر  
 وہ سنتے ہی حسرت محبت طراز  
 تنہا بڑھی وصل دلداری کی  
 کیا شعلہ داغ دل نے اٹھڑ  
 فروغ شوق پیتا بے دل ہوا  
 برنگ فراخ بست بی وفا  
 و عارضت آہ وزاری نے دی  
 وفا دار و شہزادہ و مہر شاہ  
 پس و پیش ارکان دولت تمام  
 روان چار سو ہر طرح کا جلوس  
 غرض سب لب آب کیجھا ہوئے  
 وفا دار نے رشک گل سے کہا  
 توقف مناسب نہیں زینہار  
 چلو شہرین شوکت و جاہ سے  
 نویدِ طرب اپنے نمکین کودو  
 یہ سنکر وہ مسہ پارہ تا زمین  
 و مان سے سواری سوئے بارگاہ  
 دورو یہ وفا دار عالی کرم  
 شہرہ جبین تھا فروکش جہان  
 ہوئی بزم غیروں سے خالی شباب  
 نہ کوئی و مان غیہ ارمان رہا  
 ہوا دونوں مشتاق کا سامنا  
 ملی حسرت آلودہ باہم نظر  
 پیٹ کر شکل خط تو اسان

پھرائے کے یارِ دل آرام کو  
 کیا مہجین سے بیابان سوکھڑ  
 ہوا سرخوش بادۂ سوز و ساز  
 ہوئیں آنکھیں مشتاق دیدار کی  
 نیکنے لگا پھر کباب جگر  
 نفس گرد پروازِ سبیل ہوا  
 ہوئی طاقت صبر نا آشنا  
 صلاح سفر سبقہ اری نے دی  
 چلے سوئے دیا بعدِ سزا و جاہ  
 جلوین باجوم خواص و عوام  
 بناروئے ساحلِ جبین عروس  
 تمام آبر و بخش دیا ہوئے  
 کہ اے سرو آزاد باغ وفا  
 محافے میں کشتی سے اب ہو سوار  
 ملاقات خورشید ہو ماہ سے  
 تسلی دل و جان مسکین کو دے  
 ہوئی اک محافے میں منزلِ گزین  
 چلی صورتِ جلوہ مہر و ماہ  
 گہر ریز مانند ابر کرم  
 طبیعت کے مانند آئی و مان  
 ہراک اٹھ گیا جلد مثلِ حجاب  
 سو وہ بھی دل و جان میں پھان رہا  
 بلا ہو گیا شوق کا تھسا  
 ہوئے چاک دل ٹکڑے ٹکڑے جگر  
 ہوئے ایک وہ دونوں آشفستہ جان

آئند آئے دل جوش طوفان کی طرح  
 بڑھا حد سے جوق شوق نہان  
 زخود رقت و بخود و بخیر  
 نہ حرف و حکایت نہ ایسا نہ ہوش  
 یقین سب کو آیا کہ یہ مر گئے  
 انیسون کو پیدا ہوا اضطراب  
 ہوئی کچھ کمی شوق پر جوش میں  
 کھلی آنکھ اشک ندامت کے ساتھ  
 حیا مانع ایسا اشارات کی  
 لحاظ خموشی غم گفتگو  
 تکلم میں آخر اشارت کیا  
 کھلے دو نوں پابند دام حیا  
 وہ برہم مزاجی سے ہونا سوار  
 وہ کرنا لب آب دریا مقام  
 وہ پانی میں عکس شفق کا ظہور  
 وہ کشتی کا آنا نظر ناگہان  
 وہ ہونا کسی شوخ بطن زکا  
 وہ تیر محبت کا دل توڑنا  
 وہ کشتی کا ہونا روانہ اوجھڑ  
 وہ پھر نامل کی طعنے غم زدہ  
 وہ وحشت وہ سودا وہ غم وہ خون  
 وہ ہنگامہ آرزو مائے دل  
 وہ قصہ سکوت حیا جوش کا  
 بے جستجو وہ ہواے سفر  
 وہ گھر سے نکلنا وہ پھر ناخواب

بہم روئے خون زخم خندان کی طرح  
 ہوئی بخود و واسطہ درمیان  
 گرے صورت سایہ وہ خاک پر  
 ہر اک شکل تصویر بجان خموش  
 محبت میں نام وفا کر گئے  
 ہر اک پر اسی وقت چہرہ کا گلاب  
 وہ بیہوش آئے ذرا ہوش میں  
 بہم بیٹھے افسوس و حسرت کے ساتھ  
 ہوس دل میں حرف و حکایات کی  
 پڑی کشمکش میں غریب آرزو  
 سکوت و حیا نے کنار کیا  
 مگر مہجین ہی نے کی ابتدا  
 وہ جانا سوسے دشت بہر شکار  
 وہ دن کی تسمائی وہ آغاز شام  
 وہ جلے کا جناوہ میس و سرور  
 وہ ہر گوشے میں ازو حام بیتان  
 وہ عالم نیا فتنہ انداز کا  
 وہ اسکا تغافل سے سنہ موڑنا  
 وہ غش کھا کے گرنا اوجھڑ خاک پر  
 وہ ہونا دل و جان کا ماتم گدہ  
 وہ روز و شب و روز آنکھوں سے خون  
 وہ وقت زبان سے دہائے دل  
 وہ افسانہ بہائے خاموشی کا  
 وہ مضمون رخصت حضور پر  
 وہ جینے کا مرنے سے بڑھ کر عذاب

بڑی دیر تک روبروئے صنم  
 کہاتی شبِ غم کی ہوتی رہے  
 پھر آنے بھی احوالِ شون نہان  
 کہ اسے سرفروشِ بادۂ جامِ عشق  
 عجب سحر میں اسکی نیزنگیان  
 اسی دن سے میری یہ حالت ہوئی  
 گھٹے حوصلے ضبطِ فریاد کے  
 جگر آتشِ غم سے جلنے لگا  
 تماشائے دریا سے جی ہٹ گیا  
 طربِ خیز باتیں ہوئیں ناگوار  
 یہ عالم ہے کیا آہِ دزاری ہے کیا  
 یہ پوشیدہ ہے دل میں کسکالم  
 یہ ہنگامہ شوقِ برپا ہے کیوں  
 یہ کسکامرے دل پر احسان ہے  
 یہ کیوں زندگانی مجھے شاق ہے  
 قضا را میں اک روز وقتِ سحر  
 ہوئی روح پرورد جو ٹھنڈی ہو  
 تری یادِ اسدم مجھے آگئی  
 الم سے بھرا آیا دل چاک چاک  
 ہوئی سیر سے اور دشتِ فزون  
 دُعا خندہ چاک دامن نے دی  
 غرض اپنے عالم میں خستہ جان  
 نہ مونس کوئی تھا نہ ہمارا تھا  
 یکایک یہ نیزنگ آ یا نظر  
 تجارت کا کچھہ آسمین اسباب ہے

رہا وقف لب ماجرا کے الم  
 وہ سن سن کے یہ حال روتی رہی  
 کیا اس طرح مہمیں سے بیان  
 کہوں کیا میں آغازِ انجامِ عشق  
 عیان ہوتی تھیں دل میں ہو کر نہان  
 کہ دشمن کو فخرِ میا دست ہوئی  
 بڑے دلوے جان ناشاد کے  
 دھوان بنکے ارمان نکلتے لگا  
 جگر مددِ حبر سے پھٹ گیا  
 یہی فکر ہر دم کہ پروردگار  
 مصیبت ہو کیا بیقراری ہے کیا  
 یہ درپردہ کیوں پردہ داری کاظم  
 شبِ خونِ فوجِ تنہا ہے کیوں  
 یہ کیسا شبِ دروزِ ارمان ہے  
 یہ دل کیلئے دگِ مشتاق ہے  
 پے داشدِ دل گئی بامِ پردہ  
 دیا سوزِ الفت نے دل کو فزا  
 طبیعتِ عجب رنگ دکھلا گئی  
 لیے اشک نے ہوسہ روئے خاک  
 بڑھا حوصلہ بنکے دستِ جنون  
 صدامِ حبا کی گریبان نے دی  
 کھڑی کرتی تھی سیرِ آبِ روان  
 فقط اک ترا داغِ دمساز تھا  
 کہ اک کشتی آکر لگی گھاٹ پر  
 ہر اک جنسِ بمبیل و نایاب ہے



نئی وضع تاجر کی ہے طرفہ رنگ  
 سراسر نقیبہ رائیہ پوشاک ہے  
 پریشان ہے زلفت پچان کی طرح  
 ستمیدہ چہرے بے پیر ہے  
 جو ہم مشرب درد پایا اُسے  
 کیا اُسے انکار اس بات سے  
 یہ خواہش زبیں دگدازی سے تھی  
 دوبارہ نہ پھر مینے تکرار کی  
 خواہین کئی ساتھ لیکر ختاب  
 تنہائے اسباب میں دور سے  
 اُس آفت زدہ نے نئی چال کی  
 میں مصروفِ حرف و حکایت ہوئی  
 خدا جانے کیا سحر اُسے کیا  
 دکھائی وہ پانی میں سرعت کی چال  
 ہوئی جس گھڑی مجھ کو اپنی خبر  
 نہ وہ گھر سے اپنا نہ وہ شہر ہے  
 کسی سمت دریا سے پر شور میں  
 ہوئی سخت مضطر کہ یہ کیا ہوا  
 جب اُسے سنائی تری داستان  
 تھکا حوصلہ جان بیتاب کا  
 ہوا محو تکین دل بقیہ اراد  
 کبھی دل کو غم گردش دھر کا  
 کسی دم فراق وطن کا ملال  
 کبھی تیرے ملنے کی دل میں آنگ  
 غم بیداری سے بیدل ہوئی

نرالا ہر سارے زمانے سے ڈھنگ  
 دل انسرودہ ہے جان غناک سے  
 جگر چاک رکھتا ہے مگر کان کی طرح  
 مری طرح برگشتہ تقدیر ہے  
 حضور می میں اپنی بلایا اُسے  
 رکا راہ و رسم ملاقات سے  
 غرض اپنی جہان کو ازی سے تھی  
 نہ طالب ہوئی وجہ انکار کی  
 چلی شوق میں خود میں خانہ خراب  
 ملی آ کے اُس مرد مغرور سے  
 خوشامد سے نفی شحال کی  
 سخن سنجہ رسم شکایت ہوئی  
 وہ کشتی چلی مثل موج ہوا  
 کہ دم بھر میں ملے کی رہ چنہ سال  
 تو یہ رنگ نیزنگ آیا قطر  
 فقط میں ہوں یا آب کی لہر ہے  
 وہ کشتی چلی جاتی ہے زور میں  
 یہ کیسا ستم کا فلک پھٹ پڑا  
 رکی مشق آہ و فغان سے زبان  
 ہوا جوش کم چشم پر آب کا  
 چلی چارنا چار میں اشکبار  
 کبھی داغ بربادی شہر کا  
 کبھی خندہ ہنشین کا خیال  
 کبھی وسعت شوق سے سینہ تنگ  
 ملاقات یوں تیری حاصل ہوئی

جب اس طرح وہ کشتہ تیغ غم  
سرسنگ محبت بہانے لگے  
اُسی قصرِ حُسنِ نشانِ مینِ مدام

بہم کہ چکے داستانِ الم  
دل و دیدہ الفت جتانے لگے  
فراغت سے رہنے کے صبح و شام

دلِ بفرور کا وفا دار پر مرنا خلوتِ مینِ باہم عہد و پیمان کرنا شاہ  
سے رخصت ہو کر وطن کا رستا لینا جزیرے کا خراج  
معاف کر دینا

چلا تاجِ حُسنِ عزت سے مجھے  
کچھ آجائے طبعِ رسا رنگ پر  
نِزِ الاہو نیز نگِ الفت رقم  
دہم نگر الفاظ و معنی پیران  
کہ جب وہ گل و بلبلِ باغِ عشق  
سبکدوشش بارِ الم سے ہوے  
ارادے تڑکے فکرِ انجام کے  
دلون میں ہم ساز ہونے لگا  
ترقی پر آمین و فسادِ ریان  
نئے وصل کے دُور چلنے لگے  
اُنگھینِ دلون میں ہو میںِ حجاب  
دلون سے غمِ حجب کھونے لگے  
دلِ انس و قد جو محرمِ راز تھی  
جو دیکھا کی دن رات پر رنگِ دُشنگ  
وفا دار پر جان دینے لگی  
جگہم دل میں شورِ محبت نے کی  
سکون کم ہوا بقیہ رازی بڑھی  
تپ غم سے دل خاک ہونے لگا  
اُٹھانے لگا دلِ محبت کے ناز

ترخوردِ ملتِ کرام ج بالکل مجھے  
کروں شعرِ موزون نئے دُشنگ پر  
کھلائے نئے پھولِ شاخِ قلم  
نُساؤں عجب رنگ کی داستان  
لے اس طرح کھا کے نکو داغِ عشق  
رہا حلقہ دِامِ غم سے ہوے  
بڑھے حوصلے عیش و آرام کے  
مراد و ن کا آواز ہونے لگا  
رہین وصل کی روزِ طیتِ اریان  
جوانی کے ارمان بکھنے لگے  
بڑھا حد سے طوفانِ جوشِ شباب  
پٹ کر شب و روز سوئے لگے  
قیامت ادا محشر انداز تھی  
ہوئی دل میں اُسکے بھی بد آئنگ  
بلا میں شب و روز لینے لگی  
قیامت بپا یادِ قامت کی  
گھٹا ضبطِ فساد و زلزلہ  
جگر خود بخود جاگ ہونے لگا  
کیا غم نے پیدا جگر سے نیا

غم و غصہ و زرات کھانے لگی  
 شکر خند ز ہر ہلا ہل ہوا  
 سکوت سخن سے ہوا ساز دل  
 یہی فکر کیونکر ہم آغوش ہوں  
 مگر شرم سے مثل کھل خیال  
 سبدا کہ ہور شکاب گل کو خبر  
 خموشی سے باتیں بنا تی رہی  
 گھٹی دل ہی دل میں شب و روز وہ  
 اسی طرح وہ ناز بردار غم  
 ہوئی زندگی تلخ انجاسم کو  
 غرض چھپ کے اک روز غیار سے  
 سنا یا غم عشق نے خان و مان  
 بیان کی ٹپ جان تیا بکی  
 وفا دار نے شکے یہ حال دل  
 سبھ حال آپ کو حد سے مضطرب ہو  
 یہ اُلفت ہے منہ کا فوالہ نہیں  
 نظر شوق میں جب سے تجھ پر  
 غم نامہ مرادی سے شام و سحر  
 ز خود رفتہ میں روز اول سے ہوں  
 محبت میں غم بکہ کھاتا رہا  
 مگر کیا کروں سخت مجبور ہوں  
 نہ بے غم سمجھ اس جہاں سے تو  
 نہ دوری و لیل مجبوری ہو  
 انیس دل و جان ہے تیرا خیال  
 بس اب گھر کو چلتا ہے شاہ جان

دل آسودگی منہ چھپانے لگی  
 مزا تلخ کامی سے حاصل ہوا  
 خموشی سے کہنے لگی راز دل  
 اکرون کیا کہ حسرت فراموش ہوں  
 اکسی سے نہ کہتی نہ سنتی یہ حال  
 کرے طعن و تشنیع ہر بات پر  
 پڑی جو مصیبت اٹھاتی رہی  
 جلی مثل شمع جگر سوز وہ  
 رہی مدقون تک گرفتار غم  
 ترسے لگی عیش و آرام کو  
 ملی وقت خلوت و فادار سے  
 کیا روکے بے پردہ راز نہان  
 اکسی داستان برق و نیاب کی  
 کما اے دل فہرذ ما پال  
 ذرا آدیت سے باہر نہو  
 جگر سوزی داغ لالہ نہیں  
 مرا بھی یہی حال ہے ہر گھڑی  
 کہوں کیا گزرتی ہے کیا جان پر  
 ملان روز و شب تیری چھیل بل سوچ  
 مزا زندگی کا جاتا رہا  
 ادب مانع وصل ہے دور ہوں  
 نہ بدظن ہونا آشنائی سے تو  
 کہ بسیار دوری ضروری ہو  
 ترے غم سے بغیر ہوں کیا مجال  
 خدا کے کرم سے پھونچ کر وٹا

ملین گے ہم جسم سے جان سے ملے  
 یہ سنکر وفا دار سے سوز و ساز  
 اگر واقعی راست ہے یہ بیان  
 کہا اُسے گر ہو کبھی اور کا ملے  
 بگولے کے مانند شام و سحر  
 جو سونگھوں کسی کی مین زلف سیاہ  
 اگر دیکھیں آنکھیں رخ مہتاب  
 اٹکاؤں کسی کو اگر مین گلے ملے  
 اگر بوسہ غیر کی چاہ ہو  
 اگر بے ترے دل ہو مشتاق باغ  
 اگر مین کسی گل سے ہوں ہمسار  
 کسی کے جو سینے سے سینہ ہوس  
 ہر اک بات پر اُسے کھا کر قسم ملے  
 تجھی کو دل و جان سے چاہو بھگائیں  
 مگر شرط ہے اے نبت فتنہ گر  
 نظر پاک رکھ شکل افیاء سے  
 یہ سنکر دل افروز نے رو دیا  
 ازل سے مین تیری پرستار ہوں  
 سو اتیرے مطلب نہیں اور سے ملے  
 پس مرگ بھی تا دیار عدم  
 اگر تجھ کو باور ہو بے وفائی  
 تری طرح کھاتی ہوں مین بھی قسم  
 اگر قول سے اپنے بھر جاؤں مین  
 اگر زلف پھانسی ہو افیاء کی  
 اگر سر رکھوں زرا تو نہیں پر ملے

نکالین گے ارمان اعلان سے  
 دل افروز بولی کہ اے دلنواز  
 تو میرے ترے ہو قسم درمیان  
 سو اتیرے سو داکسی طور کا  
 اوڑاتا پھرون خاک بالائے سر  
 پریشان رہوں صورت دو و آہ  
 بنیں بے بصر مثل چشم جاب  
 چھری بنکے ہر سانس میری چلے  
 تو ہر دم لبوں پر مرے آہ ہو  
 برنگ گل لالہ ہو داغ داغ  
 جلون خود بخود مثل شاخ چنار  
 ہمیشہ رہے چاک مثل نفس  
 کہا اے دل افروز کر ضبط فہم ملے  
 جو کتا ہوں دل سے نیا ہو بھگائیں  
 نہ ڈال آنکھ تو بھی کسی اور پر  
 نہ پھر عمر بھر قول و اقرار سے  
 کہا اے وفا دار کتا ہے کیا  
 تو کھل ہے تو مین بلبل زار ہوں  
 نہ بدظن ہو دل مین کسی طور سے  
 بھر ونگی مین تیری محبت کا دم  
 مرے عہد و پیمان و اقرار کا  
 نہیں جھوٹ ہرگز خدا کی قسم ملے  
 تو دنیا کی آنکھوں سے گر جاؤں مین  
 مجھے مانگ ہو باڑھ تلوار کی  
 چلتی رہوں صورت شعلہ سر

جو آئے کسی کی حسین کا خیال  
 یہ آنکھیں کسی سے اگر چار ہوں  
 جو رخسار ہوں بوسہ گاہ خیال  
 ترے ذکر کے لب جو شیدائوں  
 خوش آئے کسی کی جو گردن مجھے  
 بلون گر خنا جبہ میں بید رنگ  
 اکرون گرم اگر پہلو غیب میں  
 اگر ہوں کسی اور سے ہم غفل  
 کسی کے ہوں گر ماتھ طوف میان  
 کبھی سب غفل تنہا تلک  
 کرون کو چہ غیب میں گر خرام  
 دل افروز نے بعد قول و قسم  
 حسد سے کہیں ریشک گل ہو کے تنگ  
 عوض صلح کے مفت لڑنا پڑے  
 یہ کہہ کر دل افروز رخصت ہوئی  
 ہوا عشق و ساز و نوں طفر  
 اودھر دل میں برق محبت طہان  
 اودھر ماتم فوجانی کا شور  
 اودھر دم دم مرگ کی آرزو  
 اودھر گر پیرائش بچا رگی  
 غرض رہ گئے کچھ دن بعد کدو فر  
 اڑھا پیش خمیہ میں کی طفر  
 اراکین دولت پس مسر شاہ  
 لیے ساتھ سامان تاج و تہمین  
 سواران جنگی حسین و یار

بنون بدر سے گھٹکے ٹھیک ہلال  
 پے چشم بلیکین سہ خار ہوں  
 رہن مثل شعلہ طماخون سے لال  
 لب زخم کی طرح گویا ہوں  
 بنے طوق زرد طوق آہن مجھے  
 ہو نیکے ٹکے تہلی سے رنگ  
 بنون شعلہ آتش دیر میں  
 پناؤں میں نخل جوانی سے بھل  
 بنون میں کمر کی طرح بے نشان  
 بشر کیا نہ ہو پئے گا دست ملک  
 تو گلگشت جنت ہو مجھ پر مدام  
 کہا اے وفادار جاتے ہیں ہم  
 غرور جوانی میں لائے نہ رنگ  
 بنے میرے دم پر بگڑنا پڑے  
 روانہ سو گنج خلوت ہوئی  
 ملافتہ پردار و دونوں طفر  
 اودھر شور محشر شر یک فغان  
 اودھر کاشش و ناتوانی کا زور  
 اودھر بہر تسکین کفن رو برو  
 اودھر بیکسی قصہ آوارگی  
 کیا شاہراہ سے نے عنزم سفر  
 ہوا جادہ فرسا وطن کی طفر  
 چلے بہر رخصت پریشان تباہ  
 دمان سے روانہ ہوا مسہ حسین  
 دور و یہ پیادوں کی آگے قطار

بڑھی آگے آواز شیپور کی  
 لب آب دریا بھونچ کر تمام  
 منگا کر وفادار نے کشتیان  
 پس حکم دستور عالی مقام  
 وفادار و شہزادہ نے بھر کے آہ  
 بہت ہم سے بھونچی اذیت تجھے  
 شریک غم و یاس حرمان رہا  
 ہم اس امر میں سخت مجبور تھے  
 کہ ان تک ادا شکر خدمت کریں  
 ہوا ہو اگر امر کوئی خلاف  
 یہ سن سن کے رونے لگا ہر شاہ  
 یہ فرماتے ہیں آپ ارشاد کیا  
 تمکواریوں آپ کے باپ کا  
 جو خدمت کروں عین عزت مری  
 غرض وہ جبین نے لگا کر گلے  
 خراج اوس جزیرے کا تھا جس قدر  
 معافی کا پروانہ لکھ کر دیا  
 وہ رخصت ہوئے وہ خانہ ہوا  
 یہ چاروں درجہ عزت و وقار  
 بڑھے چھوڑ کر سال آب کو

صدائے چھپانے لگی صورت کی  
 گھڑی بھر ہوئے جلوہ بخش قیام  
 لگا دین لب آب بچہ دروان  
 ہزار آسین آکر ہوئے خاص و عام  
 کہا وقت رخصت کہ ای مہر شاہ  
 رہی گھر میں تکلیف غربت تجھے  
 ہمارے سب سے پریشان رہا  
 مسافر تھے بلکیں تھے معذور تھے  
 نہ شرح کرتا قیامت کریں  
 ہم اہم ہین امیدوار معاف  
 کہا اسے خداوند عالم سپاہ  
 حقیقت مری کیا ہے بنیا دکیا  
 یہ جو کچھ ہے صدقہ ہا سب آپ کا  
 یہی میری دولت سعادت مری  
 کہا دو اجازت مسافر چلے  
 معاف اسکو فرما دیا سرسبز  
 اسے حاکم مستقل کر دیا  
 جزیرے کی جانب روانہ ہوا  
 ہوئے ایک کشتی میں اگر سوار  
 چلے دیکھتے موج و گرداب کو

دریا میں طوفان کا آنا کشتی کا پاس پاس ہو جانا دل افروز  
 درخت گل کا زنگبار میں بھونچ کر صدمہ اٹھانا

|                           |                            |
|---------------------------|----------------------------|
| دے جا ابھی جامہ سانی مجھے | کھٹکتا ہے یہ ہوش باقی مجھے |
| روان کشتی بادہ ناب کرے    | مجھے غم نہ عالم آب کرے     |

خوابی کی حالت میں بس کر قلم  
 کہ جسم وہ کشتی چلی شل باد  
 سر آب وہ غیرت کہکشان  
 برابر کسی روز و شب زور میں  
 قضا را چلی تند اک دن ہوا  
 اوڑا باد بان پھٹ کے شل نہاب  
 وگر گون رخ آب دریا ہوا  
 ہلاکت کے ڈر سے ہوئے سب اودھان  
 اٹھے ماتہ عرض دعا کے لیے  
 ویسکن یہ سبھی زبان کی چلی  
 کسی سے نہ مشکل کشائی ہوئی  
 جو قیمت میں افتا دھنی بڑھی  
 جگر کی طرح ہو گئی پاش پاش  
 جدائی کا طوفان اٹھا ہر طرف  
 وفا دار و شہزادہ گلہزار  
 دل افروز صرت زدہ نیم جان  
 یہ دونوں کئی دن بلا میں رہیں  
 نہ خیل و خدم تھا نہ اسباب تھا  
 نہ کھانا نہ پینا نہ سونا نہ نصین  
 گلا یاس سے لب تک آیا کیا  
 دلون میں نیا دم بدھ مضطرب  
 کئی روز گزرے اس طرح جب  
 یہ چاہا کہ تختے کو اب چھوڑ کر  
 یکایک ہوئی مشکل ساحل عیان  
 دکھائی دیے دور سے کچھ ٹھٹھ

کروں مہم جہین کی تباہی رقم  
 سو ٹمکب مقصود و شہر مراد  
 ہوئی صورت موج دریا روان  
 روانہ رہی جسر پر شور میں  
 تلام سے موبین بنیں اڑوٹا  
 گئی ٹوٹ دم کی طرح ہر طناب  
 ہوا کے طماخون سے نیلا ہوا  
 بگا ہون میں پھرنے لگی شکل یاس  
 گرے سجدون میں البقا کے لیے  
 نہ حکمت کسی بختہ دان کی چلی  
 نہ سر سے ملی آفت آئی ہوئی  
 وہ کشتی کسی کوہ سے لڑ گئی  
 کسی نے نہ کی پھر کسی کی تلاش  
 روان تختہ تختہ ہوا ہر طرف  
 چلے ایک تختہ کے اوپر سوار  
 ہوئی تختہ رشک گل پر روان  
 گرفتار بیم ورجا میں رہیں  
 فقط ہر طرف عالم آب تھا  
 مصیبت میں دن رات رونا بھین  
 دعا کا اثر نہ چھپا یا کیا  
 رگ جان مضطرب رگ موج آب  
 ہو میں کا دین بخت سے جان لب  
 کرین قصہ زندگی مختصر  
 زمین کا ہوا ایک جانب گمان  
 نظر آئے اوڑتے ہوئے جانور

سنبھالا دل و جان بتیاب کو  
 نصیبوں سے پا کر موانع ہوا  
 یہ دونوں مصیبت زدہ غم نصیب  
 وہاں سائے میں بیٹھ کر دو گھنٹہ  
 کسی دن سے جز خان دل خوابین  
 ہوئی فکر کچھ تو ذکر برگ و بر  
 مگر تانکا می نے نصرت نہ دی  
 اندھیرا سا پیش نظر چھا گیا  
 جو صدمہ ہوا جان غناک پر  
 قضا را شہ زنگ فیروز شاہ  
 لیے ساتھ فوج و نشان و علم  
 نہ نخل دیکھا کہ دو سیم تن  
 پر نشات و برہم ہن سنبل سے بال  
 بر و دوش میں مدہ پوشاک ہے  
 خموشی سے گرم سخن گل کی طرح  
 قریب آ کے آواز دی چند بار  
 کھل آنکھ جو وقت کیا نظر  
 کہیں کثرت فوج مبل و علم  
 ہجوم خلافت سے دل کو یہ ڈر  
 گر بے ادب تیرہ باطن تمام  
 مروت یا علم سے سب غور  
 یکے پر دہ دامان صد پاک سے  
 ہجوم مصیبت سے چہرہ اوداس  
 آنکھیں پائے پامال رخ و سخن  
 کہ ای آفتاب بہر شرف

ہو میں دیکھ کر خون لب آب کو  
 وہ تختہ زمین بوس ساحل ہوا  
 آنکر گبین اک شجر کے قریب  
 ہو میں مثل سر وہی اوٹھکھڑی  
 نہ کھایا تھا اس عالم آب میں  
 کرین نوبت جان مثل ملو اسے تر  
 ہوئی ناتوانی سے حالت روی  
 آگئے ہوش دونوں کو غم آ گیا  
 گرین مثل سایہ وہین خاک پر  
 بے صید تھا عازم صید گاہ  
 او دھڑ ہو کے کھلا وہ گرد و چشم  
 پڑے ہن برنگ گل یا سن  
 خزان دیدہ دروہین گل سے گل  
 مگر سو جگہ مثل دل چاک سے  
 لب آمادہ شور لبیل کی طرح  
 وہ ہیوشش گو نہ ہو میں ہوشیار  
 قیامت کا ہنگامہ بالائے سر  
 کہیں محبت پاسبان و خیم  
 سباد کہ شمع ہوزمین کا جگر  
 سیہ روز مانے میں مانند شام  
 بھرا سر میں سو داسے کبر و غرور  
 یہ دونوں آنکھیں بہتر خاک سے  
 پر آئندہ کیو بر نشان خواہ  
 ہوا کہ نشت زنگ گرم سخن  
 ہوا کیوں تمھارا گدرا سطر



یہاں کس لیے نخت لایا تمہیں د  
 ہو میں اس طرح کیوں اسیر محن د  
 مرلی وہاں کون تھا آپ کا  
 کہا رنگ گل نے کہ اسے بادشاہ  
 عیان کو بیان لیا کرین آپ سے  
 بھل ہواے اسیر جاب  
 نہ آسمان مثل دود جب گز  
 اگر تھے در تاج شاہی تو کیا  
 ہمیں تو جان میں بنا کر غریب  
 یہ سن سن کے باتیں غم زنگبار  
 کہا آپ کوئی نہ غم کیجیے د  
 یہاں سے ہے نزدیک دولت سرا  
 کہا خیر و مجبور و بے بس ہیں ہم  
 مصیبت زدہ ہیں دل افگاہین  
 سزاوار سہ کو ستانا نہیں د  
 بہت ضد نہ منوم سے چاہیے د  
 زیادہ نہیں طاقت عرض حال  
 غرض ساتھ لے کر انھیں بادشاہ  
 ردارودہ جتنے تھے دمشق نزاد  
 الگ ایک مکان میں اتارا انھیں د  
 ضرورت کی چیزیں جو درکار تھیں د  
 سیزان خبر نگ لیلی بکا رد  
 ہر اک طور سے بات کی بات میں د  
 مہیا کیے جملہ سامان عیش د  
 بظاہر کوئی صورت غم تھی د

یہ دن کیوں فلک نے دکھایا تمہیں د  
 چٹا کس مصیبت سے شہر و وطن د  
 پتا دو مجھے اپنے مان باپ کا  
 نہ کچھ پوچھیے حال روز سیاہ  
 مجھے ہو کے مجبور مان باپ سے  
 کیا ہلکو قسمت نے خانہ خراب  
 نہیں ہلکوا اپنے وطن کی خبر  
 رہی گھر میں عالم پناہی تو کیا  
 پھرانے ہیں بے آب و دانہ نصیب  
 ہوا صورت ابر ترانکبار د  
 غرضی ہو تو اتنا کرم کیجیے د  
 وہاں چلکے ہوں آپ رونق فزا  
 شہنشاہ ہیں آپ بکیں ہیں ہم  
 فلک کی جفاؤں سے ناچار ہیں  
 جلع دل کا بہتر حالانہیں د  
 حذر آؤ غفلت موم سے چاہیے  
 رہے آبرو کا ہمارا خیال د  
 وہاں سے چلا جانب تخت گاہ  
 ہوئے داخل شہر تیرہ سواد  
 دیا ہر طرح کا سہارا انھیں د  
 وہ پہلے سے ہرمت طلبا تمہیں د  
 ہو میں آ کے حاضر ہیں و بار  
 سجا اس مکان کو اسی رات میں  
 رہیں روز و شب اس میں وہ جاں نیش  
 کسی حال میں چشم پر غم تھی د

مگر دل میں ہنگامہ شورِ عشق ۛ  
 غم بہ حبیب و وفا دار سے  
 ہی غم و لون میں ہی جان میں ۛ  
 بچے یا کہیں مسرور دیا ہوئے  
 اسی طرح چند سے وہ مہمان رہیں  
 و مان بھی نہ قسمت کی کاوش گئی  
 لگا لائی اس گھر میں جب بیکسی ۛ  
 نیا رنگ فیسر و ز لائے لگا ۛ  
 شورِ تنگ گل کر کے ہر دم نگاہ  
 حضور ام سکی الفت کے راز نہان  
 وہ سن سن کے اُسکے خیالات خام  
 نہ نکلی لگا وٹ سے جب آرزو ۛ  
 یہ سوچا کہ جو کچھ ہوا بخام کو  
 اسی دن سے شوقِ ملاقات میں  
 برادر تھا ارکا کوئی روسیہ  
 تکلف سے نزدیک کبہ روان  
 سینوں میں دن رات وہ بد گھر  
 خبر سننے خوبان و خواہ کی ۛ  
 پس عرض تسلیم بولا کہ ہم  
 پریراد مہمان ہیں آپ کے ۛ  
 بیان آنکو اس وقت بلوائیتے ۛ  
 اسی وقت بہرِ دے کے ساتھ ساتھ  
 جہان جلوہ گر تھیں وہ خورشیدِ ماہ  
 انھیں دیکھ کر اور گئے اُنکے ہوش ۛ  
 اکھا ر تنگ سہل کو کہ یہ نو ہمال ۛ

وہی جان بیتاب پر زورِ عشق ۛ  
 پلکتی تھیں سرسنگ دیوار سے  
 کہ پیش آئی کیا آنکو طوفان میں  
 خدا جانے وہ غمزدہ کیا ہوئے  
 نصیبوں کے ماتھوں سے نالان بریں  
 کہ پیش آئی اک اور آفتِ نئی  
 ہوئی ہر طرح کی انھیں بے بسی ۛ  
 انھیں دیکھنے روز آئے لگا ۛ  
 دم سر و بھنے لگا روسیہ  
 اشارے کنائے میں کرتا بیان  
 اور ادبی باتوں میں ہر سبب و شام  
 بگڑ کر ہوا درپے آبرو ۛ  
 اچھوتا نہ چھوڑون دل آرام کو  
 ستم کیش رہنے لگا گھات میں  
 زمانے میں مشور بہرِ دشاہ ۛ  
 بنا یا تھا اُسے الگ ایک مکان  
 وہیں مسر کرتا تھا اپنی بسر  
 وہ آیا ملاقات کو شاہ کی ۛ  
 یہ سنتے ہیں اسے خسر و جم شرم ۛ  
 پرستانِ ایوان ہیں آپ کے ۛ  
 ہمیں بھی جمال اُنکے دکھلا دیتے  
 چلا مٹھ میں دے کے غیرِ دشاہ  
 وہیں پھونچے یہ مثل ابرسیہ  
 ہو میں مشکل تصویرِ حجابِ نموش  
 پسندِ طبیعت سے مجھ کو کمال ۛ

دل افروز سے تو ہم آفوش ہو  
یہ سنکر وہ کافر ہوا دل میں شاد  
غوشی پاس کے ہر روز فیروز کی  
وہ بھاگی سرور جو انی کی طرح  
وہ بیباختہ گر پڑی چاہ میں  
ہوا چرخ تک شور ماقم بلند  
گریبان ہوئے چاک دونوں طرف  
نہ پچھ بن پڑی جبکہ فیروز کو  
محسین کئی روز ماقم رہا  
دل افروز پر دیکھ کر یہ قسم  
گئی روتی سریشی چاہ پر  
یہ چاہا کہ دے ساتھ اس راہ کا  
سنبھالا غوصون نے آکر اسے  
کوئین میں اتارا جو خواص کو  
نہ ثابت ہوا اگر تے ہی ناگہان  
تھکے جب جو کر کے خواص جب  
وہ حسرت سے روپٹ کر رہ گئی  
اسی ٹکدے میں وہ ماوتام

مے عیش پی غم فراموش ہو  
کہا بے مشقت برآمائی مراد  
بڑھا حد سے جانب دل افروز کی  
بڑھا یہ غم ناگہانی کی طرح  
یہ ٹھوکر لگی مر گیا راہ میں  
کیسے کان اپنے فرشتوں نے بند  
سرون پر اوڑی خاک دونوں طرف  
کیا دفن اس عاقبت سوز کو  
ہر اک صورت زلف برہم رہا  
ہوئی رشک گل اور بھی برا الم  
رہی دیر تک مضطر و نوہ گر  
بھڑے خاک سے اپنی ننگ چاہ کا  
بٹھایا سر تخت لاکر اسے  
نپایا زجر اخلاص کو  
زمین کھا گئی اس کو یا آسمان  
کہا رشک گل سے یہ حال عجب  
مصیبت جو سہنی نہ تھی سہ سخی  
الگ سب سے رہنے لگی صبح و شام

دل افروز کا چاہ میں راہ پانا اور عالم حیرت میں قدم نہ بٹھانا  
مہ تقابری کی ملاقات آپس کے حرف و حکایات

کہ ہر آنکھ ہو کیف میں دوڑیں  
کروں عالم ظاہری سے سفر  
پریزادوں سے حال اپنا کون  
دکھا دوں طلسم سانی کی سیر

پلا ایسی مڑ ساقے نازنین  
در عرصہ غیب آئے نظر  
پرستان میں چند مدت رہوں  
زمانہ تک نہ آئے دونوں مضمون غیر

غرض جب دل افروز اس چاہ میں  
 زمین تک گئی زور میں تیر سی  
 جو گھبرا کے کھینچا اسے ناگہان  
 نکل کر شہر ابور اس راہ سے  
 کھلین بند آنکھیں تو آیا نظر  
 نہ انسان کوئی نہ حیوان ہے  
 ہوئی دل میں مضطر کہ پڑو روکار  
 بن آئی نہ کچھ بخت نہ کام سے  
 وہ میدان وہ عالم درد و یاس  
 نہ کھانا نہ پینا میسر کہیں  
 اکیلی روان تھی وہ خستہ جا  
 قریب اسکے جدم رسائی ہوئی  
 یہ دیکھا کہ وہ نخل باغ جنان  
 عوض پھل کے ہر شاخ میں جانور  
 مگر سب کے چہرے ہیں انسان کے  
 فصاحت بلاغت سے ہر صبح و شام  
 قریب شجر ایک تالاب ہے  
 کنارے پر اس کے نظر جب پڑی  
 نہ آتش نہ شعلہ مگر ہر زمان  
 وہ طائر اسے دیکھ کر خستہ حال  
 کہ تو اسے دل افروز آئی کہان  
 جو تو دیکھتی ہے مگر کچھ محبوب  
 نہ بھیجین ہو پھینکے طلسمات میں  
 یہ شکر دل اسے درخانہ خراب  
 پھونچ کر تھکی مادی زیر شجر

گری عالم حسرت و آہ میں  
 وہاں دیکھی اک چنیر زنجیری  
 کھلا ایک درنشل باب جنان  
 چھٹی صدمہ ظلمت چاہ سے  
 وہاں ایک میدان وحشت اثر  
 او داسی برستی ہے سنان سے  
 یہ کیسے ہیں راز نہان آشکار  
 چلی اک طفسر غافل انجام سے  
 وہ دل میں ہزاروں طرح کا ہراس  
 نہ سایا کہ دم لے تھکر کہیں  
 کہ آیا نظر سامنے اک شجر  
 عجب طرح قدرت نمائی ہوئی  
 بندی میں ہے ہمسرا سمان  
 لگتے ہیں کھولے ہوئے بال پر  
 سخن میں ہیں استاد سبحان کے  
 ہم کرتے ہیں ہر زبان میں کلام  
 لطافت میں ہے مثل و نایاب ہے  
 دکھائی دی تھمر کی پستلی کھڑی  
 نکلتا ہے سنہ سے ہر ابرو حواں  
 ہوئے اس طرح جلوہ بخش مقال  
 تجھے اس طرح کون لایا یہاں  
 طلسمی بیان کا رخانہ ہے سب  
 کہ عامی ترے ہم ہیں ہر بات میں  
 ہوئی اور بھی ہدم مضطرب  
 گری کثرت ضعف سے خاک

دہن فش مین دن بھر شب دلربا  
 چھپا پر وہ شب مین جب آفتاب  
 کھنکھلی آنکھ اندک دل اندر  
 یہ بیٹھی ہوئی بھوکی پیاسی دنان  
 بکا یک وہ تصویر گویا ہوئی  
 ہلا خد بخود بے ہوا وہ بھگت  
 وہ ب کو ذکر عرض پر آب مین  
 قریب آ کے ممان ناشاد کے  
 کہا اسے دل افروز درنا نہیں  
 نہ پونچے گا آسیب کوئی تجھے  
 بیان ہوگی اب بزم آراستہ  
 ہوا سے اسی جا قریب خست  
 شرجن کی بیٹی حسین دلربا  
 بے سیر آسکی جہدم اوھڑ  
 اگر وہ بلائے تجھے پیار سے  
 اسی وقت اگر دم گفت گو  
 عجب کیا کرے رہنائی تجھے  
 یہ کہہ کر پرزاد خست ہوئی  
 اسی دم چھڑک کر زمین پر گلاب  
 بچھا یا تکلف سے پاکیزہ فرش  
 جلا مین شب اندر نور شمعین دنان  
 مہتاب یہ سامان جب ہو چکا  
 ہوا شعلہ اک آسمان پر میان  
 وہ جو وقت آیا قریب نظر  
 ملو کا نہ آئین دانداز سے

پڑی رہ گئی صورت نقش پا  
 ہوا جلوہ گر چرخ پر ہاتھاب  
 گئی بخود ہی جان پر سوز کی  
 فلک کی شکایت سے نئی تر زبان  
 صد اک مہیب اوس سے پیدا ہوئی  
 عوض بھل کے تجھے جس قدر جاویر  
 ہوئے جلوہ گر شکل نایاب مین  
 دلا سے دیے لطف و امداد کے  
 کوئی دل مین اندیشہ کرنا نہیں  
 مبارک ہو خال نکوئی تجھے  
 ہم ہو گئے خوبان نو خواستہ  
 گھڑی بھر مین آترنگے پر یو تکت  
 لقب جبکا عالم مین ہے مہ لقا  
 رہیگی یہاں رات بھر جلوہ گر  
 نہ کرنا دل آزد وہ انکار سے  
 سب احوال کرنا بیان رو برو  
 نظر آئے شکل رنائی تجھے  
 ہر اک سمت مصروف خدمت ہوئی  
 کیا خاک کو غیرت مشکنا  
 کہ بوسے تصور مین لے جسکے عرش  
 زمین کو کیا ہمسر آسمان  
 دنان جس سار طبر ہو چکا  
 زیارت گر چشم افلاکیان  
 تو روشن ہوا چند رشک قر  
 سر تخت ہن جلوہ گر ناز سے

کیا ایک ہوا سے دہین وہ سریر  
 او تر کر حسیناں نو خاستہ  
 برنگ عروسان فرخندہ بخت  
 کنیزان زرین قبا سیمبر  
 خوش آیا جو بزم سرت کا رنگ  
 اشارے سے ساتی گلغام کے  
 او ٹھین گامینین بہر آواز رقص  
 او دھر جام صبا کے چلنے لگے  
 او دھر رخصت ہوش ساغر کے ساتھ  
 او دھر طائر ہوش پروازین  
 یہ ہنگامہ ہمیش تھا ناگہان  
 کہ واردیمان ایک انسان ہوا  
 شکر لب بین افون سے گفتارین  
 نزاکت پری کی ادا حور کی  
 وہ عصمت کہ مریم صفت و بدم  
 مگر کشتہ تیغ آیام سے  
 خدا جانے کیا پیش آئی او سے  
 یہ سنکر دیا تہ لقا نے جواب  
 خدا کے لیے جلد جاؤ ابھی  
 اگر وہ نہ آئے توین خود چلون  
 اوسی دم پریزا دے دوڑ کر  
 کہا آئے انکار محکم نہیں  
 مگر شرم آتی ہے اس مال سے  
 وہ بقیہ اقلیم جاہ و چشم  
 یہ کہہ کر اٹھی مقام کرا سکا ساتھ

ہوا صورت صاعقہ جاگیر  
 ہوئیں روغن بزم آراستہ  
 ہوئی سہ لقا زینت افزا سے تخت  
 برابر برابر ہوئیں جلوہ گر  
 دو بالا ہوئی مہ لقا کی آنکھ  
 لیے ہنس کے بوسے لب جام کے  
 ہوئے ساز نغمے کے دساز رقص  
 او دھر نغمہ تر نکلنے لگے  
 او دھر فتنہ حشر ٹھوکر کے ساتھ  
 او دھر حشر زہرہ ہر آوازین  
 کیا ایک نے تہ لقا سے بیان  
 پردن سے ناخواندہ ہمان ہوا  
 قیامت کے فتنے ہین رفتارین  
 چمک رخ بین غور شید پر نور کی  
 ملک اوسکے دامن کی کھائیں قسم  
 ستم دیدہ بخت ناکام ہے  
 کہ قسمت یہاں کیسے لائی اسے  
 کہ صبر ہو وہ فیرت وہ آفتاب  
 مرسے پاس عزت سے لاوا بھی  
 وہین اوس گرفتار غم سے ملون  
 بیان کی دل افروز سے یہ خبر  
 کوئی عذر زہار مجاہد نہیں  
 ملون کیا میں اس صاحبِ اقبال سے  
 میں آوارہ کوچہ در و غم  
 چلی اس پریزا دے کے ساتھ ساتھ

جب آئی دل افروز نزدیک تخت  
 دل افروز نے جھک کے تسلیم کی  
 نہایت محبت سے پوچھا مزاج  
 اکیلے کدھر رونق آئے ہو  
 گوارا ہوا کیون سفر آپ کو  
 پرستان میں کیون وطن چھوڑ کر  
 مقدر کے مین پھیر یا آپ سے  
 یہ سنکر دل افروز رونے لگی  
 کہا کیا کروں عسر میں آپ سے  
 پھر کرتی ہوں خانہ بردوش کیون  
 کبھی وقت فرصت میں پامال غم  
 دم ہمیشہ ہنگامہ دل نشین  
 یہ سنکر دیا مہ لقائے جواب  
 دل افروز کے ساتھ چھپے پہرے  
 گھڑی دو گھڑی اور چار گھڑی  
 سنی آدھ صبح کی جب فوید  
 انہیں نعرہ دیا آواز آئے  
 چھپا چشم ظاہر سے سامان وہ  
 پریزا دسب بوت کر خاک پر  
 جلی تخت پر بیٹھ کر مہلقا  
 خیال آئے جیسے دل صاف میں  
 اتارا مکان پدر میں آوے  
 کینزاران کلنگ محشر خرام  
 کوئی سباز سامان ایسا تھا  
 تمنا نہ تجمل سے وہ سرد و ناز

ادھی شاد و خرم وہ فرخندہ بخت  
 جگہ شاہراہی لئے پہلو میں دی  
 کہا ہم سے کیسے جو ہو احتیاج  
 بیابان میں کیون جاوہ فرسا ہو  
 دیا کس لیے داغ مان باپ کو  
 پریشان بھرتی ہو شام و صبح  
 گھر چلی آئیں مان باپ سے  
 ہوئی سفل جان کھوئے لگی  
 چھٹی کسر طرح اپنے مان باپ سے  
 جہان میں ہوں رحمت فراموش کیون  
 کرونگی بیان آپ سے حال غم  
 مصیبت کا اظہار اچھا نہیں  
 بہت خوب بہتر نہایت صواب  
 کیا نوش خاصہ اسی تخت پر  
 اسی طرح ہنگامہ پر پار مان  
 ہوئی عارض شب کی رنگت سفید  
 ہوئی محفل عیشیں پر خاستہ  
 بنا پھر کھنڈ دست میدان وہ  
 بنے اس درخت کمن کے ٹکڑے  
 دل آفرین بھی ساتھ مثل صبا  
 وہ داخل ہوئی پردہ قاف میں  
 رکھا مثل مردم نظر میں آئے  
 ہو میں آ کے خدمت میں حاضر تمام  
 وہاں جو بکثرت مہبت نہ تھا  
 ہوئی صورت چنتی بے نیاز

دل افسردہ کو مثل دل نہ لقا  
 بغیر اُسکے خاصہ مشکاتی تھی نہ  
 کسی بار لطف و مدارستین  
 کسی طرح وحشت ہو کم جان کی  
 یہ سب تھا مگر بخت ناکام سے  
 غم رشک سہل سے جگر داغ داغ  
 یہی فکر کیا اُسکے دم پر بنی نہ  
 مرے بعد فیر وزنے و سبدم  
 وفا دار و شہزادہ نہ جبین نہ  
 خبر یہ نہیں دو تو نیشنل صدف  
 غرض یونین چندے وہ پر اضطراب  
 اسے دیکھ کر مہ لقا نے حزین نہ  
 کھلی جاتی ہے کیلے و سبدم  
 قسم میرے سر کی بتا حال دل  
 جوانی میں افسردہ رہتی ہے کیون  
 تجھے کام کیا بخت ناکام سے  
 گل رخ ترا کس لینے زد ہے  
 تکلف سر مو نہ زہنا رکڑ  
 دل افروز نے پاکے یون ہریان  
 مصیبت جو گدزی تھی سب حرفت  
 وہ سن سن کے افسوس کرنے لگی  
 کہا اسے دل افروز تو غم نہ کر نہ  
 بس اب کو بکو خاک اور اینٹکی یہ  
 یہ کہہ کر دل افروز ناشاد سے  
 کہا تو ابھی جا سو زہنجبار نہ

نہ کرتی تھی پہلو سے دم بھر جدا  
 یہ جینک نہ کھاتی وہ کھاتی تھی نہ  
 بد لو اتی پوشاک و زرات میں نہ  
 دکھاتی تھی سیرین پرستان کی  
 گھڑی بھر نہ ہنسی تھی اناام سے  
 کھلا سینے میں نامراد می کا باغ  
 مقدر سے کیسے بگڑ کر بنی نہ  
 کیے جان پر اسکی کیا ستم نہ  
 ہوے غرق یا پکے نکلے کہیں نہ  
 گئے جوش سیلاب میں کس طرف  
 رہی ظاہر آباد باطن خراب  
 کہا ایک دن سن تو اسے ناؤ میں نہ  
 تری جان سے دور کیا ہے الم  
 شب دو روز تو کیون ہے پامال دل  
 نموشی سے دُکھ و دہشتی ہے کیون  
 گلہ کہ کا ہے صبح تک شام سے  
 لب خشک پر کیون دم سرد ہے  
 جو تکلیف ہو مجھے اظہار کر  
 کیا ماجرا ہے مقدر بیان نہ  
 کہی مہ لقا سے بظہر و عین  
 قلع میں دم سرد بھرتے لگی نہ  
 مشکاؤن کی پر یون سے سبکی خبر  
 ملین گئے جہان دُسوئدہ لائیکلی یہ  
 مخاطب ہوئی اک پرزاد سے  
 گھڑی بھر نہ تاخیر کر زینہ نہ



وہاں کار فرما ہے اک بادشاہ  
ستمگار سہ عاقبت سوز ہے  
کسین کی کوئی شاہزادی ادھر  
پکڑ لے گیا اسکو وہ زشت خود  
اسے جس طرح چھٹا لایا بھی  
یہ سنکر پرزادہ بید رنگ

سراپا برنگ سپر و سیاہ  
نگون بخت کا نام فیروز ہے  
تباہی میں بھلی تھی گھر چھوڑ کر  
شب و روز ہے درپے آبرو  
مراخت لیجا اوڑالا بھی  
روانہ ہوا جانب ملک رنگ

### فیروز شاہ کی ستمگاری رشک گل کی عیاری

ادھر بھی کوئی دور ساقی شتاب  
جو بے پردہ ہے دخت رز و برو  
نہیں تاب امروز و فردا مجھے  
ہوا اس چمن کی ہے یون گلستان  
حل افروز کے خم میں آئندوں پہ  
ترپتی رہی صبح تک شام سے  
زمانہ تھا نظرون میں وقت بگاہ  
شب و روز رونے سے اک عال تھا  
نہ تھکتے کبھی اٹک یا قوت نام  
قضا را وہ اک شب قریب سے  
یہ دیکھا کہ اک تخت افلاک سے  
کھڑے ہیں قریب اسکے اک ہرود  
یہ کہتے ہیں اسے رشک گل جلد تر  
سحر کو نہیں بھر رہا تری  
یہ سنکر مرنی مضطرب رشک گل  
نہ وہ پیر آیا لکھ سامنے  
تردد ہوا جان بیتاب کو

مڑے دے رہا ہے ہجوم شباب  
چھلکتا ہے جام طے آرزو  
خدا کے لیے اب نہ ترسان مجھے  
کہ جب بخت یہ رنگ لایا وہاں  
رہی رشک گل مدتوں نوہر گر  
نہ سوتی کبھی شب کو آرام سے  
برنگ شب مرگ ہر دم سیاہ  
پے اٹک ہر دیدہ خسر بال تھا  
رگ محل تھے سوے ترکان تمام  
ہوئی غفلت خواب سے بخیر  
اوڑکھلا تختہ خاک سے  
مقدس خدا ترس اور اہل درد  
ابھی ہو تو اس تخت چبلوہ گر  
نہ تو ہے نہ یہ پارسائی تری  
بکا یک کسی خواب سے آنکھ کھل  
نہ وہ تخت تھا جلوہ گر سامنے  
پیام اہل بھی اس خواب کو

یہی دل میں اسوقت گزرا خیال  
 او دھڑک رہی خوابِ جان سوز کی  
 کہ جو وقت دلخیز و سوزناک  
 کسی روز ماتم رہا شہر میں  
 غزیر و نئے لمبھما کے فیروز کو  
 کیا مائل جامِ وساقی اُسے  
 شبِ دروز رہنے لگا تر دماغ  
 لحاظِ ادب پاس جاتا رہا  
 یہ سوچا کہ آخر میں بدنام ہوں  
 مراد و ن سے پھر کیوں پشیمان ہوں  
 کہنا تک جیانا کجا پاس شرم  
 یہ ٹھہرا کے دل میں چلا روسیاہ  
 وہ سر ہو گئی دیکھ کر اُسکے ڈھنگ  
 یہ ہنس ہنس کے باتیں بنانے لگا  
 کہا رشک گل نے کہ اے بادشاہ  
 میں افسانہ اپنانے طور سے  
 کہا اُن نے کیسے خدا کے لیے  
 کہا اُن نے اے شاہِ عالی تبار  
 گھر میں نہ مال و اسباب میں  
 مگر بے ٹمر مثل شمشاد تھا  
 ہوئی جبکہ شامِ جوانی سحر  
 ہوئی بار و بار با نو پاکِ زاد  
 دلِ نیر و دلِ سوخت اور ہم  
 پدر کو خوشی انتہا کی ہوئی  
 سبک سلامت ہوئی ہر طرف

کہ شاید مرا ہے کربِ امتثال  
 او دھڑک رہی سینے فیہ دوز کی  
 ہوا مر کے ہر روز پودِ خاک  
 مصیبت کا عالم رہا شہر میں  
 بھٹلایا غم مرگِ ہبسر و زکو  
 رہا ہوشِ مطلق نہ باقی اُسے  
 بنائے میں اور بھی سر دماغ  
 قیامت کا وسوسا جس جاتا رہا  
 زانے میں مشہور خود کام ہوں  
 غمِ من کیا جو ہر دم تزاران ہوں  
 کروں رشک گل سے نفلِ آج گرم  
 ہوا آ کے ہم پہلو رشک ماہ  
 کہا دل میں کچھ اور میں آج رنگ  
 اُسے راہ پر اپنی لائے لگا  
 مری چاہ میں کیوں ہے اتنا تباہ  
 سناؤں اگر تو سنے غور سے  
 نہ خاموش رہے خدا کے لیے  
 مرا باب تھا تا حیرتِ نامدار  
 ترقی تھی دن رات ہر باب میں  
 ستمدیدہ داغِ اولاد تھا  
 دکھایا دعائے دلی نے اثر  
 پھل پھولی شاخِ نہالِ مرا  
 ہوئے بطنِ مادر سے پیدا ہم  
 ضیافتِ عزیزِ افسرِ باکی ہوئی  
 دلوں سے کہ ورت ہوئی ہر طرف

بلکہ اس وقت انجم شناس  
 جو ہو شکل طالع دکھاؤ ہمیں  
 نصیب ان میں سے چہن یا بیکلی  
 مٹون نہ بڑی دیر تک چند بار  
 کہا پھر کہ اسے خواجہ ہوشمند  
 جرمی کرین شوکت و جہا میں  
 مگر روشنی میں یہ اندھیر ہے  
 کہ یہ دونوں پھیوین سال تک  
 اگر مل سکیں اتفاقاً کسین  
 نجومی تو کہہ سکتے رخصت ہوے  
 اسی وجہ سے نامرادی رہی  
 نکلنے نہ پائے کبھی گھر سے ہم  
 کیا بعد مدت پورے سفر  
 ہوا خسرت دریا پکا یک جہاز  
 دل ہر روز اور ہم پریشان خواب  
 کئی روز کے بعد محل ملا  
 اٹھ کر ہمیں اس بیابان سے  
 یہ جو کچھ کیا میں نے تجھے بیان  
 صداقت کو اس حال پر سوز کی  
 اسی وجہ سے میں ہوں تجھے نفور  
 سمجھتا نہیں بعید ارباب کا  
 گزر جانے دے دو برس اور تو  
 خواست کے جب دن کل جائیں گے  
 ملین کے ہم مثل شیر و شکر  
 یہ سن سن کے دل میں دبا بادشاہ

کہا تم نہ دل میں کرو کچھ ہر اس  
 بھلائی برائی بتاؤ ہمیں  
 ستاروں سے ہوتا ہو کیا نجل  
 کیا پہلے کچھ انگلیوں پر شمار  
 ستارے ہیں انکے نہایت ملین  
 ہمیشہ رہیں پہلو شاہ میں  
 عجب اختر عجب کا پھر ہے  
 رہیں مرد سے دور پر ملک  
 تو زندہ زن و مرد دونوں میں  
 اقارب اس پر مصیبت ہوے  
 اسی غم سے موقوف شادی زکی  
 رہے آج تک دور شو ہر سے ہم  
 تجارت کا اسباب لی کراد ہر  
 ہوئے زندگانی سے سب بے نیاز  
 چلے ایک طرف بیکے محل جاب  
 پڑے تھے کہ قوشاہ عادل ملا  
 لے آیا گھر اپنے بڑی شان سے  
 سر نو نہیں فرق اسے مہربان  
 حقیقت ہے بس مرگ تبہ روز کی  
 اسی سے رہا کرتی ہوں دور دور  
 مزا چاہتا ہے ملاقات کا  
 اسی طرح چندے ترس اور تو  
 سعادت نصیب اپنے دکھلا میں گئے  
 رہینگے ہم آغوش شام و سحر  
 شمع سے کی رشک محل پر نگاہ

کہا آج سے جنگو اور شکب گل  
 چھڑایا اجل سے مری جان کو  
 ترا بندہ لطف و اسان ہون میں  
 نہ آؤں گا میں صبح کیا شام بھی  
 و مان سے یہ کہہ شکبے فیروز شاہ  
 ار اکین دولت سے آکر کنا  
 جو کچھ حکم دے آج سے رشک گل  
 تو رفت گھڑی بھر نہ تاخیر ہو  
 ادھر گھر میں یہ رشک ماہ تمام  
 کینزدن سے خوش ہو کے ہر کام میں  
 یہاں تک کہ وہ جلوہ آراے دید  
 کئی روز کے بعد فیروز سے  
 کہہ ہوتا خلا سے جنون کا خصل  
 کوئی دل کی حسرت بھلتی نہیں  
 ارادہ ہے اسی شاہ نازک دماغ  
 کبھی سیر کو آسمین جابا کردن  
 دل آرزو مند پر رکھ کے ماتھے  
 رگ سبزہ ترکو ہر گام پر  
 خیابان میں چھو کر کبھی گل کو میں  
 کبھی دیدہ نرس خواہناک  
 تہ غل گل میٹھ کر دو گھڑی  
 یہ سنکر ہوا بادشاہ باغ باغ  
 طلب جلد سیر عسارت ہوا  
 جو غنچے اور مہار مستان و فن  
 کہا ان سے اک باغ رشک بہشت

کیا ملک کا اپنے مختار گل  
 کہا شہر سے آگاہ نادان کو  
 ارادوں سے اپنے پشیمان ہون میں  
 نہ لون گا کبھی وصل کا نام بھی  
 گیا متغزل جانب بارگاہ  
 رہے یاد یہ سبکو کنا مرا  
 اسیدم بجا لائیں سب جند و گل  
 سر مو نہ تبدیل و تفسیر ہو  
 فراغت سے رہنے لگی صبح و شام  
 لٹانے لگی گھر کو انعام میں  
 ہون میں سب کی سب بندہ زر خرید  
 کہا رشک گل نے بڑی سوز سے  
 پریشان رہتی ہوں میں آج کل  
 گھڑی بھر طبیعت بہلتی نہیں  
 لب آب دریا بنے ایک بلغ  
 گھڑی دو گھڑی غم تبھلایا کردن  
 نسیم جہن کے پھرون ساتھ ساتھ  
 بناؤں میں زخمبیر پائے نظر  
 پریشان کروں ہوش بیل کو میں  
 کروں قطرہ اشک شبنم سے پاک  
 لطیف غنچہ کے دیکھوں ہنسی  
 کہا آج ہی اسے گل خوش دماغ  
 وہ آمادہ مسب اشارت ہوا  
 ہوئے آگے بابوس شاہ زمیں  
 بناؤ لب آب کو ترسہ شست

نہ رہا جسے کوئی تکلف کہیں  
 اگر دیکھ لے چشم افلاکیان  
 یہ شکر وہ خصت ہوئی شاہ سے  
 دمان جاسکے دیکھی زمین راغ کی  
 ہزاروں ہوئے مستعد کام پر  
 مینا نہ گذرا کہ وہ گل زمین  
 خیابان خیابان چمن درچمن  
 چنبیلی سے وقت سحر جا بجا  
 گل ولالہ ہر سمت آتش فشان  
 ہر اک نخل مانند نخل بہشت  
 کروں گرین حال طراوت رقم  
 بشر پر شجر ہوں جو سایہ فگن  
 اگر خضر لیں دم ٹھہر کر دمان  
 ہجوم نباتات سے ہر کہیں  
 ہوا باغ جب خوب آراستہ  
 اسی وقت حاضر سواری ہوئی  
 جلیسون کے ہمراہ رشک قمر  
 کنیران سرین تن و گلزار  
 لیے ساتھ سامان جاہ و خشم  
 نکاتی ہوئی سیم و زر راہین  
 زمین چمن پر جو رکھا قدم  
 گلے لئے دوڑی نسیم ہزار  
 ہجوم طرب گدگد آنے لگا  
 یڑھی شوق نظر بارہ میں جو انگ  
 کہ چاروں طرف سبزہ بوستان

سراپا ہوشل بنان دشمن  
 زمین پر ہو خلد برین کا گمان  
 گئی سوئے دریا اسی راہ سے  
 اسی روز ڈالی بنا باغ کی  
 بنائے لگے صحن و دیوار و در  
 ہوئی رشک افزا سے خلد برین  
 لگائے گل و لالہ و یاسمن  
 بگا ہوں میں عالم شب ماہ کا  
 زمین پر شفق گون فلک کا گمان  
 طراوت نژاد و نصارت شرت  
 ابھی سبز ہوشک شاخ قلم  
 بنے موج دریا قبا کی شکن  
 عصا ہو تہ خاک ریشہ و دان  
 ہوئی موج سبزہ میں نہان زین  
 اٹھی شبنم کے وہ سر و نو خاستہ  
 قد بوس باد بہاری ہوئی  
 ہوئی ایک سکھپال میں جلوہ گر  
 ہوئیں آگے پیچے رختون میں سوار  
 چلی دیکھنے باغ رشک ارم  
 وہ داخل ہوئی باغ و نواہین  
 چیدہ ہوئی پاؤں پر زرقم  
 زر گل کیا بیلون نے نثار  
 لب برگ گل مشکرا نے لگا  
 تو گزرا نظر سے یہ گلشن کا رنگ  
 پڑا مست لیتا سم آگر ایساں

گل ولالہ بن ہر طرف باغ باغ  
 نہان بوی شادی لب گل میں ہے  
 سیان گل ولالہ وار غوان  
 گلستان میں ہر سو مستان  
 چمن سنبل ترے ہر صبح و شام  
 زمین پر عوض سایے کے نور ہے  
 گلون سے ہے آباد طرف چمن  
 کہیں فنم مرغ سخن ساز کا  
 کہیں دل کی صورت بھری جو با  
 غرض دیکھ کر یہ گلستان کا رنگ  
 حریص تماشا وہ موشس ہوئی  
 کسی روز مثل گل نو بہار  
 خیابان خیابان چمن بن پھری  
 بڑھاتوق سیر چمن کے لیے  
 ہر اک تختہ باغ منبر سرشت  
 مسینان نو خاستہ کا جوم  
 کوئی مست جام مے ناز سے  
 کوئی خان مان بوز مبرقہ  
 کوئی رحم بیگانہ ظلم آشنا  
 تبسم نہی دل لگی تھکے  
 فلک تارون سے تھا جین عروس  
 شفق سوے مشرق نمایان ہوئی  
 ستارون کی ضو منہ چھپانے لگی  
 گیا جانب خواجہ ماہتاب  
 بے سیر دریا چلی رنگ گل

فلک پر ہے باد صبا کا دماغ  
 نوید طرف شور بلبل میں ہے  
 صبا کرتی پھرتی ہے اٹھ کیلیان  
 بے پھرتا ہے کاروان نسیم  
 بسا صورت گیسو مشک فام  
 ہر اک نخل نخل سر طور ہے  
 کہیں ارغوان ہے کہیں یاسمن  
 کہیں شور بلبل کی آواز کا  
 کہیں چشم عاشق بنی آ بشار  
 دو بالا ہوئی عیش دل کی سنگ  
 اسی باغ میں شب فروشن ہوئی  
 رہی اس گلستان میں لیل و نہار  
 گل ولالہ ویاسمن میں پھری  
 بگا ہونے سے گلون کے لیے  
 زمین چمن سب زمین بہشت  
 ہر اک سمت ناز و کرشمہ کی دھم  
 کوئی بیخبر اپنے انداز سے  
 کوئی شوخ ادا فتنہ روزگار  
 کوئی شعلہ روتند خو گرم  
 اسی طرح شب بھر رہے چھپے  
 کہ ناگاہ آئی صدائے خروس  
 سیاہی بگا ہون سے نہان ہوئی  
 چراغون کی کو جھللائے لگی  
 اوجھ آ نکھ ملتا ہوا آفتاب  
 ہوین ساتھ وہ فتنہ پرواز تیر

چھوٹا کر لب آب وہ دلربا  
 سان کیا کردن اس گھڑی کا بیان  
 سہانا سادہ وقت دسار صبح  
 وہ بے نور ہونا رخ ماہ کا  
 وہ ٹھنڈی ہوا میں وہ پانی کا زور  
 مجبوز تھا ہر طرف جلوہ گر  
 وہ کشتی جدھر صورت کھنکشان  
 بچھاتے سر راہ آنکھیں جاب  
 بے دید پانی سے ہر جا نور  
 بنے فکس ماہی کے بے اختیار  
 غرض دیر تک سیر دیا رہی  
 چڑھا دن تو وہ غیرت آفتاب  
 سو قصر شاہی روانہ ہوئی  
 غرض وہ ملی خسرو رنگ سے  
 بہت خوش ہوا اسکے فیروز شاہ  
 کہا اے پری ہو مبارک یہ باغ  
 شب و روز خندان رہو گل کی طرح  
 گھڑی بھر ٹھہر کر وہ رنگ قر  
 ہوا پھر تو معمول دائم ہی  
 اسی باغ میں جا کے مثل بہار  
 ہمیشہ غم عشق کے داغ میں  
 دل آشفہ اکدن پے سیر گل  
 سانی ہی دل میں وقت خرم  
 اس آفت میں ہر چند جاؤں میں  
 جی جس کے عشق جب وہی مرے

ہوئی ایک کفنی میں رون ف  
 ہر اک ٹٹو سے امار قدرت عیان  
 وہ شب کی تابی وہ آغا صبح  
 وہ جھڑٹ حسینان دلخواہ کا  
 وہ ہر سمت مرغان آبی کا شور  
 کہ نظارہ حیرت میں تھا دیکھ کر  
 روان ہوئی بالائے آب روان  
 قدم بوس کو دور تی توج آب  
 بکل کر پٹتا لب آب  
 رو شوق میں دیدہ انتظار  
 چپ و راست محو تماشا رہی  
 سینے سے اتری فکس میں شباب  
 شرف بخش ایوان خانہ ہوئی  
 کہا حال باغ اس سہ رنگ سے  
 محنت سے کی رنگ گل پر نگاہ  
 ہمیشہ رہو سیر سے باغ باغ  
 رہے زیب لب نم بلبل کی طرح  
 قدیمی مکان میں ہوئی جلوہ گر  
 کہ ہفتے میں دو دن وہ سروسی  
 بسر کرنی فرقت کے لیل و نہار  
 کبھی گھر میں رہتی کبھی باغ میں  
 چلی سب معمول جو رنگ گل  
 کہ فیروز سے بھیجے انتقام  
 مگر نام مجھ اپنا کر جاؤں میں  
 مجھے کیا رہے یا کہ یہ گھر مے

یہ جینا تو بے سہارا ہے مہربانی سے  
 دل افروز کا آج تک دہریہ  
 کچھ ایسے فلک کے ستارے چھٹے  
 مصیبت میں عالم جوانی کا ہے  
 یہ کچھ سمجھ کر وہ جا دو نگاہ  
 کوئی شے جو ممکن نہ تھی اور سے  
 بچا کر نظر قصد کا مل گیا  
 بڑے لطف سے خان و نواہ میں  
 یہ عرضی میں لکھا کہ اسے جم ختم  
 یہ کھانا جو سال خدمت میں ہے  
 اسے دل لگی شوق کی راہ سے  
 خوشی سے یہی میرے دل کی حضور  
 وہ کھانا جو پونچا و مان وقت پر  
 بہت خوش ہوا پڑھ کے فیروز شاہ  
 پڑا ماتھے کھانے پر اسکا ادھر  
 اٹھی چھپ کے سب سے سلسلہ دار  
 ادھر زہر نے کام اپنا کیا  
 ادھر شاہ کا دم فنا ہو گیا  
 بلند اسطرح شور مارتا تھا  
 ادھر دایم غم میں پھنسے جزو کل  
 ادھر فکر زنجیر و زندان ہوتی  
 بدل کر اراکین دولہے روپہ  
 مگر کامیابی نہ حاصل ہوئی  
 بیان ایک دن رات نسل جاب  
 ہوئی روز دوم جو پیدا سحر

یہ سیر گل و یاسمین ہے مہربانی سے  
 پتا بھی نہیں ہے کسی شہر میں  
 لے پھر نہ اپنے پرانے چھٹے  
 مجھے کیا مزہ زندگانی کا ہے  
 ہوئی درپے مرگ فیروز شاہ  
 وہ اسنے پکائی کسی طور سے  
 شریک آسین زہر ہلا ہل گیا  
 روانہ کیا خدمت شاہ میں  
 خدیو جہان و جہان کرم  
 بہت خوب و نیک لذت میں ہے  
 پکایا ہے بنے بڑی چاہ سے  
 کرین آپ اسکو تنہا دل ضرور  
 ہوا پیش معروضہ سیمبر  
 کہا کیا ہے لاہ حضور نگاہ  
 ادھر باغ میں اسکو پھونچی خبر  
 ہوئی اپنے بحر سے میں تنہا سوان  
 ادھر اسنے دریا کا رستایا  
 ادھر کھل کے جبر ہوا ہو گیا  
 ادھر فکر انجام کا غم ہوا  
 ادھر قید سے چھٹ گئی جگمگ  
 ادھر سوچ لیکن گریزان ہوئی  
 پے رشک گل کی بہت دوڑ و دوپہ  
 عہد فریزی و سی باطل ہوئی  
 رہی آب دریا میں کشتی خراب  
 یہ قدرت کے نیزنگ آئے نفا



کہ دو عورتیں خوبرونیکہخت ۛ  
 اتر کر لب آب ساحل شتاب  
 اسے دیکھ کر ڈر سے غش آگیا  
 اسی جیسے مین گر پڑی سیمبر ۛ  
 قریب آ کے مانند موج صبا  
 بٹھا کر برابر اسے تخت پر ۛ  
 گھڑی بھرتین پھونپین پریشان مین  
 کسی نے خبر کی دل اندر دز کو  
 قریب آ کے دیکھا تو ہر رنگ گل  
 مٹکا کر کینزون سے چھڑکا گلاب  
 ہوا بر طشہ دل سے غش کا اثر ۛ  
 دل افزوڑنے آنکھ کے مجرا کیا  
 لگا کر گلے سے اسے رنگ گل ۛ  
 بنے سرخ رنگ آنکھ ہر آنکھ سے  
 کہا مائے پیاری مجھے چھوڑ کر ۛ  
 نہ سمجھی کہ بے میرے گہرا سیگی ۛ  
 دل افزوڑ تھی نہ تھی یہ اسید ۛ  
 کہا اے ای رنگ گل کیا کون  
 رفاقت میں تقصیر مجھے ہوئی ۛ  
 ولیکن اگر تو کہاتی مری ۛ  
 تو سارے گلے شکوے کو بھول جائے  
 جگر داغ ہو داغ و صویا کرے  
 کہا اے بی بی سچ ہو جتنا کہو ۛ  
 خفا چرخ برگشتہ تقدیر ہے  
 ہم دونوں دوزات سے لگین ۛ

نمایان ہو مین آ کے بالائے تخت  
 وہ دریا مین کو دین بصد نہ طراب  
 اندھیرا سا پیش نظر چھا گیا  
 رہا ہی بھر نہ اپنی پرانی خبر ۛ  
 لیا اسکو تجربے سے غش مین اٹھا  
 اوڑھین صورت بوسے گلبرگ تر  
 اتار آ کے ایک ایوان مین ۛ  
 چلی لے کے وہ ایک دل بوز کو  
 مگر شمع عقل و خرد ہوش گل  
 کھلے گو نہ وہ دیدہ نیم خواب  
 اٹھی ہو کے بیاب وہ غیب ۛ  
 قدم پر سر التجا رکھ دیا  
 یہ رونی کہ رونے لگے جزو گل  
 لہو نیکے ٹپکا جگر آنکھ سے  
 اکیلی چلی آئی نہ موز کر ۛ  
 اکیلی یہ گنت گنت کے مرجانی ۛ  
 ہوا کس قدر خون تیرا سفید  
 تری واقفی مین گہنگار ہوں ۛ  
 حقیقت مین تقصیر مجھے ہوئی ۛ  
 سنی مجھے دم بھر زبانی مری  
 مری بیکسی پر بہت رنج کھائے  
 مرے حال پر خون رویا کرے ۛ  
 عجب ہے نصیبوں سے جو کچھ نہو ۛ  
 عین شکوہ بیکار تہ بیر ہے  
 غم و درد آپس مین کہنے لگین ۛ

ایک جن کی مدد سے مہ جبین کا غرق دریا سے نجات پانا  
طلسمات کی قید سے دلبر پری کو چھوڑا نانا

کہاں تک رہوں غرق دریا غم  
بہتا کر لگا دے کنارے مجھے  
سناؤں میں افسانہ درد و غم  
روانہ سر آب شام و پگلاہ  
ہوا ساحلِ بحر سے ہلکا سا  
اُسی پانی میں گر پڑی ناگمان  
زمین گیر حکمِ خدا سے ہوا  
اوڑا لے کے ٹکڑے کو زور میں  
اسے رکھ دیا اک جگہ کوہ پر  
قریب ایک بیٹھا ہوا جا فور  
پراسکے سپید وسیہ سرخ رنگ  
لرزنے لگا صورتِ شاخِ بید  
کوئی شے ترے پاس ایسی بھی ہو  
اسیری میں نکلیں رمانی کے کام  
تجترین چپ ہو گیا اور بھی  
بنا اک پریزا درختِ قسطنطنیہ  
مری عرض کا دیجئے کچھ جواب  
نہایت پشیمان ہوں آپ سے  
مصیبت میں جو کام آئے کہیں  
ترے جھوٹ کو سچ نہ جانوں گا میں  
کہ دریا میں اک شاہِ عالی گہر  
سر آب آتا ہے بہتا ہوا

آٹھا جام اسے ساتی جم چشم  
ذرا موجِ بادہ آ بھارے مجھے  
حکایت کروں مہ جبین کی رقم  
کہ جس تختے پر تھے وفادار و شاہ  
کسی روز کے بعد وہ ایک بار  
اُترنے کی طاقت انھیں تھی نہاں  
عقاب ایک پیدا ہوتا سے ہوا  
ذرا یادہ دریا سے پر غور میں  
تھکے جبکہ پرواز سے بال و پر  
کھلی آنکھ فتنے سے تو آیا نظر  
قوی جُشہ بالا بلا تیر چنگ  
ہوئی خوف سے اسکی رنگت سفید  
کہا اُسے اے شاہِ فرخندہ بڑا  
کہ ہوں جس سے مشکل کشائی کے کام  
یہ سنکر ڈرا کھو گیا اور بھی  
وہ طائرِ دہین لوٹ کر خاک پر  
کہا پھر کہ اے شاہِ عالیجناب  
تب اسنے کہا کیا کہوں آپ سے  
کوئی شے مرے پاس ایسی نہیں  
کہا یہ تو ہرگز نہ مانوں گا میں  
منجومی نے دی ہے مجھے یہ خبر  
بلا میں زمانے کی سہستا ہوا

آسے جا کے دریا سے باہر نکال  
 وہی ہو گا تیری مہم کا خفیہ  
 پرستان میں ششکے تیری خبر  
 لیا آ کے آب روان میں بیٹھے  
 غوی نے جو کچھ کیا تھا بیان  
 مرے دل کو کس طرح آئے یقین  
 اگر راست کہتا ہے تو بیخبط  
 جو کھولا دوپٹے کو آسنے ومان  
 پر زاد آسے دیکھ کر خوش ہوا  
 اسے پاس رکھ ہو شکاری کے ساتھ  
 مرا جیسے اتنا فقط کام ہے  
 حقیقی مرے ایک چھوٹی بہن  
 آسے سب تیرے چرخ نیلو فری  
 مرے دل کو آسے رشک شمشاد سے  
 نہیں چین بے آسے دم بھر مجھے  
 بیان سے ہے کچھ دور پر ایک باغ  
 گل و گلبن و شاخ و برگ و شہد  
 نہ گل واقعی بہن نہ صوت ہزار  
 قضا اپنے سیر وہ ایک روز  
 نتائے گلشن بلا ہو گئی  
 کسی طرح چھوٹی نہ تدبیر سے  
 اگر تو گوارا شفقت کرے  
 یقین ہے وہ زندانِ غم تو بچاے  
 کہا شاہراہ نے بہتر ابھی  
 مگر میرے بر جا نہیں بہن حواس

قربے سے خدمت میں کر عرض حال  
 وہی ہے ترے حق میں خضر دلیل  
 اور صورت طائر تیسرے پر  
 نہ چھوڑا غم بیم جان میں بیٹھے  
 وہ سب میں نے آنکھوں سے دیکھا بیان  
 کہ وہ شکرے پاس ہرگز نہیں  
 مرے سامنے کھول اپنی کمر  
 ہوئی ایک محفل شہری عیان  
 پس شکر یہ مہ جبین سے کیا  
 رہے گا خوشی کا مکاری کے ساتھ  
 اگر ہو سکے باعث نام ہے  
 گل اندام و گل فام و گل پیر  
 لڑکپن سے کہتے ہیں دلبر پری  
 زیادہ محبت ہے اولاد سے  
 شب ہاجر ہے روز محشر مجھے  
 فرخ بخش دل لطف بخش دماغ  
 تمامی بہن حیرت فروش نظر  
 فقط سحر و جادو کی ہی سب بہار  
 ہوئی آسے گلستان میں دونوں روز  
 ومان سحر میں مبتلا ہو گئے  
 بگڑ کر بنی پھر نہ تقدیر سے  
 کون جس طرح صرف ہمت کرے  
 مصیبت سے دلبر پری چھوٹ جائے  
 میں لاتا ہوں آسے کو چھڑا کر ابھی  
 بلا ہو گئی ہے مجھے بھوک پیاس

کئی دن سے کچھ مینے کھایا نہیں  
 کھلا دے جو تھوڑا بھی کھانا مجھے  
 یہ سنکر پرزادہ دلا تباہ  
 گھڑی بھر میں کچھ لے کے آبِ طعام  
 کہا میں جبین سے کہ لے ہاتھ دھو  
 تو قوت مناسب نہیں ہے یہاں  
 اسی دم یہاں سے سفر چاہیے  
 غرض کھا کے کھانا وہ گردون وقار  
 گیا ہو گا کچھ دور وہ بخت مند  
 بنی سبزی کے دیوار و در  
 درخشاں سب آب زر کے نگار  
 صفا سے ہوئے پردہ رخسار گل  
 رسائی ہوئی جب در باغ تک  
 تامل سے دیکھا تو آیا نظر  
 صفا صورتِ باب دارِ اسلام  
 پڑا قفل سونے کا زنجیر میں  
 پرزادے مہ جبین سے کہا  
 اکیلا تو اب جا کے نزدیک در  
 نظر آئے جو تجربہ کو شکلِ پید  
 وہ دیدیگا کبھی تجھے بید رنگ  
 پھر آگے جو منظور آغا زہو  
 خبر دے جو یہ مخبرِ دلہند  
 بڑھ جائے شہنشاہِ ذوی وقار  
 ابھی قفل تک ہاتھ پونہا تھا  
 اسے دیکھ کر وہ ہوا خشمِ گہین

کہیں برگ و بر ہاتھ آیا نہیں  
 تو پھر کیا ہو دشوار جانا مجھے  
 اوڑا سبکے طائر سو کو ہزار  
 پھر اصورتِ فکر گردون خرام  
 جو کھانا ہو کھا کر مے ساتھ ہو  
 خدا جائے کیا لائے رنگ آسمان  
 مقامِ خطر ہے حذر چاہیے  
 بڑھا جانبِ باغ جا دو نگار  
 کہ آئی نظر اک عمارت بلند  
 متعجب شکلِ فلک سربند  
 بساں رخِ اختر نور بار  
 میر سے باہر سے دیدار گل  
 چمک سے گئی آنکھ اکیلی جھپک  
 دلا وزیر اک سرخ شیشے کا در  
 دور وہ بنا سب مینے کا کام  
 کتنا شہنشین جبکی تقدیر میں  
 کہ سن اسے عدو بند و کشور کشا  
 لگا ہاتھ اس قفل کو بخیطہ  
 یہ مچھلی سے دے کے لے لے کلید  
 نہ لایگا کچھ در میانِ مذرنگ  
 اسی کبھی سے مشورت ساز ہو  
 اسی کے موافق ہو تو کار بند  
 سو قفل دلا وہ زر نگار  
 کہ پیدا ہوا سرخ اک اژدہ  
 بنا تھمہ میں شعلہ آتشین

نکلنے لگے منہ سے خوشخوار کے  
 آٹھا کر سر کھپہ کو اکیبار  
 وہ شعلہ بڑھا جانب میں  
 میں دیتا ہوں تیری امانت مجھے  
 یہ سنتے ہی اُس آسمان جاہ سے  
 کلید ایک ندین اگل دی مان  
 نہ شعلہ نہ آیا نظر اڑا دیا  
 آٹھا کر جو بجی کو دیکھا تو بس  
 اس انون کو پڑھ کر کلاؤ کلید  
 غرض اسنے کھولا دریاغ کو  
 جو پونچا وہاں حسن تقدیر سے  
 زمانے میں سے جلوہ گر آفتاب  
 خیابان ہین ہرست گلہاے باغ  
 درختوں میں پھولی ہوئی ہے شفق  
 غرہین شکر بخش کام امید  
 جہان تک ہی روئیدہ سبزہ ومان  
 مگر دیکھنے کے یہ نیرنگ ہین  
 مزے میں تفاوت سر موہین  
 یہ عالم جو دیکھا تو حیران ہوا  
 کہ قسمت کہاں کیسے لائی مجھے  
 اسی دھن میں وہ پاسے بند بلا  
 قریب اک منجر کے یہ آیا نظر  
 بربنگ گل ترے زخون سے چر  
 اجل کی فقط منتظر جان ہے  
 ایک کر جو پونچا یہ نزدیک تر

ہزاروں شدر ساتھ ٹھنکار کے  
 جہنم کی صورت ہوا شعلہ بار  
 کہا اسنے مچلی دکھا کر وہین  
 تو کر اسکی گنجی خفایت مجھے  
 پھرا شعلہ اڑا دیا راہ سے  
 ہوا سانپ مچلی کو لے کر نہان  
 اکیلا وہاں شاہزادہ رہا  
 یہ تحریر تھا اسے شہ داورس  
 کرو دکر سے بند قفل ناپدید  
 بڑھا سیر برگ و بر باغ کو  
 یہ دیکھا کہ جادو کی تاثیر سے  
 دمان شب ہے تابندہ ہوا تہاب  
 فروزندہ ہین صورت شب چراغ  
 تاملی ہین پتے طلا کے درق  
 مگر شکل بیضہ سراپا سفید  
 وہ سب زرد ہے صورت زعفران  
 اگر کھاتے تو وہی ڈھنگ ہین  
 کسی طرح بے لطف و بد بو نہیں  
 بہت دل میں اپنے پشیمان ہوا  
 نہیں جس سے ممکن رہا فی مجھے  
 دلیرانہ کچھ اور آگے بڑھا  
 کہ آلودہ خون پڑا ہے پردہ  
 تڑپتا ہے مثل دل نا بصورت  
 کوئی دم کا دم اور مہمان ہے  
 کہا اسنے آجبلہ جان پردہ

اٹھا کر بٹھا بستر خاک سے  
 ذرا دیکھ لوں وقت آخر تجھے  
 اٹھانے لگا جب شب جم مشم  
 ہرن بنکے لی اسے سحر کی راہ  
 پر زاد یہ ماجرا دیکھ کر  
 زمین سے اٹھا کر وہ زمین کبید  
 گمان کی طرح آن کی آن میں  
 پر زاد تھا کوئی استادن  
 یہ حال زبون شکے آئے کہا  
 کہ آہو کو پہلے گرفتار کر  
 پھر اپنا اور اسکا برابر لو  
 یہ گنجی اسی خون میں کر کے تر  
 اسی وقت بجاے گا آدمی  
 یہ سنکر پر زاد رخصت ہوا  
 پھر ادتوں جستجو میں خراب  
 قضا رکسی دن بیابان میں  
 یکایک سو راست بچہ دو  
 اسے دیکھ کر سب گریزان ہو  
 مگر ایک آہو کہ سزا رہ گیا  
 پر زاد کے دل میں گزرا خیال  
 یہی سحر سے بنگیا ہے ہرن  
 ادھر گھات میں تھا یہ بیٹھا ہوا  
 اسے دیکھ کر آہو برون دم  
 وہ آیا ہرن پر بربنگ قضا  
 رہا شیر ناکام چنچیر سے

نہ آنکھیں چرا چشم نناک سے  
 کمان پاؤں کا شتر تک پھر تجھے  
 کیا آئے افون کوئی پڑھ کے دم  
 ہوا غائب آنکھوں سے وہ رو سیاہ  
 وہیں آئے پو پتھا بربنگ نظر  
 اوڑا مثل رنگ برغ تا مید  
 ہوا آئے داخل پرستان میں  
 جہان دیدہ و یادگار زمیں  
 نہیں کوئی تدبیر اسکے سوا  
 تامل تو قفت نہ ز نہا کر  
 کسی خنجر میں لے کے رکھ دو برو  
 چھڑک سے اس آہو کے خسار پر  
 حسین غبر و دلربا آدمی  
 روانہ سو دشت عجب بہت ہوا  
 نہ پایا کہیں صورت شکل خواب  
 یہ پھرتا تھا آہو کے ارمان میں  
 غزالوں کا اک غول آیا نظر  
 روان سو کے کوہ و بیابان ہو  
 اسے چشم حسرت سے دیکھا کیا  
 کہ شاید کیسی طلسمی غزال  
 اسی کے ہو قالب میں شاور زمیں  
 کہ ناگاہ اک شیر پیدا ہوا  
 کھڑا رہ گیا ڈر سے گم کردہ دم  
 پر زاد اوڑا لے کے مثل ہوا  
 ہرن بچ گیا حسن نقدیر سے

اتارا اُسے لائے اک کوہ پر  
 کچھ اپنا کچھ اُسکا کیا جسم چاک  
 لو میں وہ گنجی ڈبو کر شتاب  
 اسی وقت اللہ کی شان سے  
 گرا پاؤں پر اُس پر زاد کے  
 جو ممنون منت ہوں میں آپ کا  
 یہ کہہ کر چلا جانب باغ پھر  
 پر زادن سے دے کے گنجی کہا  
 مصیبت میں مان باب کو دیکھ کر  
 اگر دوست بھی کوئی زخمی ملے  
 جو پیش آئے مشکل طلسمات میں  
 اسی گنجی میں دیکھنا غور سے  
 حصول مطالب میں کرنا عمل  
 یہ سنکر پر زاد سے مہ جبین  
 ہوا باغ جادو میں جہدم گذر  
 اسی طرح زخمی ہے تلوار سے  
 کہا دیکھ کر اُس نے اے مہ جبین  
 مصیبت میں کیسی مریجان ہے  
 بلا لون ادھر آ برائے خدا  
 نہ یوں تشنہ لب چھوڑ جانی مجھے  
 چہ سنکر دیا کچھ نہ اسنے جواب  
 یہ جاتا تھا پھر تا ہوا چار سو  
 بلورین نظر آئی بارہ دری  
 درخشان ہے چرخ کتن کی طرح  
 دردن میں ہیں پردے زری کپڑے

بجا لاکر رہے وہیں نیشہ مند  
 بنا کر سکے خون غارہ رو سے خاک  
 دیے چھپے آہو کے منہ پر شتاب  
 بنا شاہ انسان حیوان سے  
 کہا صدقے اس لطف و امداد کے  
 نہ احباب کا ہوں نہ مان باب کا  
 ہوا دل میں تازہ وہی دل پھر  
 کہیں اب نہو نا اسیر بلا  
 نہ کرنا ذرا انکی جانب نظر  
 لگانا گلے سے نہ سنا گلے  
 تامل جان ہو کسی بات میں  
 خبر جس طرح دے اسی طور سے  
 بر آئے گا ہر کام دل بے ظل  
 چلا جانب گلشن دلنشین  
 یہ دیکھا کہ مادر بجا کے پدر  
 سراپا ہے ترخون کی دہات  
 مری تو خیر مائے لیتا نہیں  
 تجھے سیر گلزار کا دھیان ہے  
 مجھے اپنا صدقہ اٹھا کر بھا  
 بلا دے دم نزع پانی مجھے  
 بڑھا پیشتر صورت ہونج آب  
 عجائب تھے ہر طرح کے روبرو  
 کہ ورت سے خالی صفا سے بھری  
 سراپا بھی ہے دھن کی طرح  
 جسے دیکھ کر ہوں فرشتے کھڑے

بشکل کف دست مرد سخی  
 گل داغ دل کی طرح پھول پر  
 تخیر کے عالم میں خستہ تباہ  
 دلیرانہ پونجا جو پردے کے پاس  
 نظر ذالی گنجی پر اپنے دمان  
 کہ تو جا کے پہلے قریب تجسٹر  
 اسے مار کر جیڑے ہر اس  
 پھر اس پھول کو توڑ کر ہو روان  
 جو تصویر جا دوٹے راہ میں  
 یہ ثابت ہوا جب بڑے غور سے  
 چلا پھر کے بارہ دری کی طرف  
 ہجوم تشنایں اگر شتاب  
 اسی عالم حیرت انجیز میں  
 دمان کے عجائب جو آئے نظر  
 تخیر کے عالم میں سکنا ہوا  
 قریب ایک دالان آیا نظر  
 ملی راستے میں اسے اک عجوبہ  
 قیامت کی مکارہ وحیلہ کار  
 برنگ رگ موی تن ناتوان  
 بھوین تک تھیں پیری سے اسکی سید  
 لو کی کہیں جہنٹ تن میں نہیں  
 اجل کی کشف گر نہ ہر قدم  
 جبین سے قدم تک ہزاروں کن  
 مگر دل تھا شوقین پیری میں بھی  
 بڑھاپے میں جوڑا مزید ارتقا

کھلی ہے قریب اسکے سورج بھی  
 سیاہ ایک آتما ہے بھوننا نظر  
 بڑھاپہ اسی سمت مثل نگاہ  
 ہوا خود بخود دل میں پیدا ہراس  
 ہوا اس سے یہ راز مخفی عیان  
 کسی طرح بھونے کو قابو میں کر  
 بڑی ہوشیاری سے رکھ اپنے پاس  
 سو پردہ قصر جنت نشان  
 انجین دونوں سے کام لے راہ میں  
 کیا مہ جبین نے اسی طور سے  
 بڑھا پردہ اسے زری کی طرف  
 اٹھایا دلیرانہ زرین حجاب  
 در آیا مکان دلا دیز میں  
 کیا اسکے ہوش و خرد نے سفر  
 چلا آگے ہر سمت تکتا ہوا  
 ارادہ کیا مہ جبین نے ادھر  
 عفریز مانند برکت تونز  
 ستون مکان سے بندھی اتوار  
 نقاہت سے خود اپنے دلپر گران  
 ہر اک دم دم واپسین کی امید  
 کوئی دانت باقی دہن میں نہیں  
 کبھی سینے سے آئے لب تک نہ دم  
 ضعیفی سے حجب فنا جو بدن  
 طبیعت تھی آزاد اسیری میں بھی  
 بناوٹ سے ہر دم سر و کار تھا



بلا تھا سر خم شدہ ناف سے ۛ  
 دوپٹے میں تھی سرخ اٹلس کی گوٹ  
 جڑاؤ پڑیں کانوں میں بکلیاں ۛ  
 کسی بارتہ کی تھیں جب چھاتیاں  
 پھنسی کرتی محرم کنبھی ہت و تنگ  
 لب و چشم میں سستی سرسہ مدام ۛ  
 اسے وہ زن ساحرہ دیکھ کر  
 کہا گڑگڑا کر کہ اے مہربین ۛ  
 میں واری ترے صدقے مان باپ ۛ  
 ہمیشہ تجھے شا دمانی رہی ۛ  
 مرادوں سے اپنی رسے کامیاب  
 تو زندہ رہے رہتی دنیا ملک  
 ذرا قید سے میں جو آزاد ہوں ۛ  
 دم خستہ تک میں تری جان کو  
 یہ شکر بڑا تھا کہ آیا خیال  
 مبادا بنا دے کوئی جا نوز ۛ  
 کچھ ایسا سمجھ کر بس اضطراب  
 وہ چیخ اٹھی گھبراٹے کی بارگی ۛ  
 اندرا موندی کانے کو غارت کرے  
 اسی وقت کھا جائے اس کو جل ۛ  
 اتنی ابھی آسمان پھٹ پڑے  
 یہ کہہ کر جو کی اُس نے تے ناگمان ۛ  
 وہ دودھ سے بگیہ ناگر دبا دیا  
 ترپ برن رخشان و کھانے لگی  
 یہ نیرنگ جو وقت آیا نظر ۛ

گو ند سے بال تھے سرخ موباف ۛ  
 دلوں پر لگے برن کی جس سے چوٹ  
 شب و روز پر تو سے گوہر فشان  
 سائی تھیں انکھیاں تب چھاتیاں  
 عیان نوجوانی کے جس سے انگ  
 اُسے زلیست بے کنگھی چوٹی حرام  
 ہوئی بکیوں کی طسح چشم تر ۛ  
 مرا اس مصیبت میں کوئی نہیں ۛ  
 دلہن چاند سی لائی تو بیاہ کر  
 تر و تازہ باغ جوانی رہے  
 ترے بیری سری طرح ہوں خراب  
 مجھے کھول دے کچھ نہ لاول میں تنگ  
 تو پھر اپنی پتی ہوئی سب کہوں ۛ  
 دعا دو لگی مانو لگی احسان کو ۛ  
 کہیں یہ بھی کر دے نہ پہلا سا حال  
 تباہی میں مارا پھر دن عمر بھر ۛ  
 وہ بھونکا دیا ٹھونس منہ میں شتاب  
 کہا ماتے قسمت کی جیپارگی  
 مری طسح یہ بھی یکا یک مرے  
 نہ پائے یہ شاخ جوانی سے پھل ۛ  
 مرے ساتھ یہ بھی زمین میں گرے  
 ہو آتشکارا دہن سے دھواں ۛ  
 ہوا دم میں آندھی کا پیدا فساد  
 صدر عہد کی دل تو کھانے لگی  
 ہوا مضطرب خسرو داوگر ۛ

قریب آ کے جرات سے تدبیر سے  
 اسی عالم تیسرہ دتار میں  
 گری پیر زن سر بگون خاک پر  
 نہ ظلمت نہ اندھی کا طوفان رہا  
 بھگو کر لوہین گل آفتاب  
 یہ تھا اک طرف اپنی دہن میں رہا  
 یہ دیکھا اسے خالی ایوان میں  
 پری ایک اسپر ہے سرست خواب  
 اداسے جبین پر دھرے پشت دست  
 بکارا بہت آگے بالین پر  
 سنگھایا پھر اسے گل آفتاب  
 نظر نہ جبین پر جب اسکی پری  
 اسی دم مکانات اس باغ کے  
 نشان چمن بے نشان ہو گیا  
 نہ گلشن نہ ایوان باقی رہا  
 زردیسم والماس وگوہر کے گنج  
 یہ عالم پر نژاد وہ دیکھ کر  
 قریب آگے یہ مہ جبین سے کہا  
 یہ بہت یہ جرات تو دیکھی نہیں  
 جو تو نے کیا آج مردانہ کار  
 ملا پھر بہن سے لگا کر گلے  
 ترپنے لگا دل پر نژاد کا  
 بڑی دیر تک دونوں ہوتے رہے  
 انھیں چھوڑ کر پھر اکیلا دہن  
 خوشی میں سواری کے سامان کو

لیا کار تسخیر شمشیر سے  
 کیا اسکودو ٹکرے اک دار میں  
 ہوا جلوہ گر مسرا فلاک پر  
 نہ وہ عالم برق و باران رہا  
 بڑھا آگے وہ غیرت ماہتاب  
 کہ آیا نظر اور نقشہ و مان  
 بجھی اک مسہری ہے دالان میں  
 ٹپکتا ہے عارض سے رنگ شراب  
 پڑی ہے جوانی کے نشے میں مست  
 نہ چونکی کسی طرح وہ تیغبر  
 ہوئی گو نہ ہشیار وہ مست خواب  
 ادب سے ہوئی دفعۃً اٹھ کھڑی  
 ہر اک سمت سب گر پڑے آپ سے  
 وہ جو کچھ عیان تھا نہان ہو گیا  
 فقط ایک میدان بانی رہا  
 ملے اس خوش اقبال کو بعد رنج  
 اوڑا صورت طائر تیز پر  
 کہ اسے خسرو و جم ششم مرحبا  
 نری مرومی پر ہزار آفرین  
 کسی سے نہوتا کبھی زینہار  
 بیڑے الفت پاک کے دولہے  
 بڑھا حوصلہ آہ و فریاد کا  
 گہرا سنوون کے پر دتے رہے  
 اوڑا وہ سو آسمان پرین  
 کیا آپ تنہا پرستان کو

کسی جا کے مان باپ سے یہ خبر  
 وہ گھبرا کے بولی کہ دلبر کہاں  
 منسل کیا مال اسے بیان  
 لیے تخت و سامان جاہ و شہ  
 یہ دیکھا یہاں آگے انجام کو  
 فقط ایک میدان سے جلوہ گر  
 آنکر وہ سب شوکت و جاہ سے  
 کہا شاہزادے سے مان باپ نے  
 تمہاری بدولت رہائی ہوئی  
 یہ قدرت کہاں یہ کہاں حوصلہ  
 خدا رکھے منصور و غالب مدد  
 کہا تمہیں نے یہ کیا بات ہے  
 یہی سنتے ہیں ہر بد و نیک سے  
 میں انسان ہوں تم پر زاد ہو  
 مری کیا حقیقت مرا کیا جگر  
 غرض ہو چکی جب نیا شش گری  
 ہوئی مان دل و جان سے صدے نثار  
 و مان سے اسی تخت پر بیٹھا  
 روان آگے آگے شہ بنی تخت  
 ہوا کی طرح آن کی آن میں  
 پر زاد نے ایک نادور مکان  
 و مان رکھ کے اس گنج و خواہ کو  
 مقرر کیے چند رنگاب قسم  
 غذا میں جو راجہ میں انسان میں  
 اسی قصر میں شاد و اند و کہیں

سنائی نوید مسرت اثر  
 مری تخت دل پیاری دختر کہاں  
 وہ دونوں نہایت ہوئے شادمان  
 چلے گھر سے اپنے پرانے ہم  
 کہیں باغ جا دو نہیں نام کو  
 یہ دونوں ہیں بیٹھے ہوئے خاک پر  
 بے پیشتر تہ جبین شاہ سے  
 بڑا ہمہرا حسان کیا آپ نے  
 تمہیں سے یہ مشکلائی ہوئی  
 ادا کر سکین شکر حسان کا  
 ہمیشہ کو ہم ہیں تمہارے غلام  
 یہی رسم دنیا کی دذرات ہے  
 نکلتا ہے کام ایک کا ایک سے  
 میں خاکی ہوں تم شعلہ بنیاد ہو  
 جو احسان کچھ میں کروں آپ پر  
 مخاطب ہوئے سوئے دلبر مری  
 کیا باپ نے دیر تک ہسکو پیار  
 چلے سب کے سب مثل شمس و قمر  
 چپ در است و پس اور پر یونکے تخت  
 وہ سب آگے پونچے پرستان میں  
 سجا سب طرح مثل قصر جنان  
 اتنا رشہ آسمان جہاں کو  
 پئے عیش و آرام شام و سحر  
 کھلا میں منگا کر پرستان میں  
 شب دروز رہنے لگا تمہیں

وزیر زادے کی بلیات سے رہائی مہ تقا پری گی کام و سائی

چارون بجھڑے ہوون کی بھجائی ۛ

ہو سچ کشتی کو لیسر شتاب  
خدا کے لیے مجھ کو باہر نکال ۛ  
سنائون نئے رنگ کی داستان  
اوڑالے گیا ہم جہن کو عقاب ۛ  
اکیلارما غرق بحر بلا ۛ  
ہوئی سانسے موت آکر کھڑی ۛ  
تھکے دست و پا غوطے کھانے لگا  
پھنسا تھا مصیبت کے جبال میں  
جہاز ایک تاجر کا آیا نظر ۛ  
ہوانا خدا غوطہ زن آب میں ۛ  
اسے قہر دریا سے لایا نکال ۛ  
کیا اپنی کشتی پر اسکو سوار ۛ  
کیا ختم و شاد ہر بات سے  
جزیرہ انگلیں ایک آیا نظر ۛ  
ہو سے ہر طرف مائل میش و ناز  
ہو آرزو مند سیر و شکار  
پڑنا دامن میں گلگشت کرتا ہوا  
کہ غم ساتھ والون کا جاتا رہا  
کیا ساز بھر بخت ناساندے  
وہ بڑھتا گیا سانسے بے دھڑک  
کئی غول پر یون کے ہین جلوہ گر  
چلے آتے ہین عشوہ و ناز سے ۛ

نہ کر غفلت اسے سائی مست خواب ۛ  
کئی دن سے ہون غرق بحال ۛ  
طبیعت جو ٹھہرے تو کھلون بان  
کہ جب آکے دریا میں بالے آب  
وفا دار بے یار و بے آشنا ۛ  
تھکا پیرتے پیرتے جس گھڑی ۛ  
سہر آب سے نہ کو جانے لگا ۛ  
گر رفتار تھا مرگ کے جال میں ۛ  
کیا یک پس پشت بالے سر ۛ  
اسے دیکھ کر قید گرداب میں  
عزیز یان کر کے وہ خوشخصال  
قریب اپنے مانند اہل وقار  
تواضع سے لطف و مدارات سے  
کئی روز کے بعد بچھہ دور پر  
آکر کرنا رے پر اہل جہاز ۛ  
وفا دار بھی دیکھ کر سبزہ زار  
چلا ایک جانب کو ڈرتا ہوا ۛ  
کچھ ایسا ہوا محو لطف فضا  
چھٹا اپنے یاران و مساز سے  
ہجوم طرب میں کئی کوس تک  
کیا یک یہ دیکھا کہ پیش نظر ۛ  
خرمان ہین شوخی کے انداز سے

وہ جب تکین یکا یک اسے دیکھ کر  
تناسے تفتیش <sup>احوال میں</sup> ۱  
کئی ہو گئی کچھ دور وہ خوش و باغ  
ہلکا ہون سے چپ چپ کے وہ گلزار  
دفا دار نے بھی بزمک صبا  
جب اس باغ تازہ میں رکھا قدم  
ہلکا ہون سے گلشن نہان ہو گیا  
نہ وہ باغ شاہی نہ ایوان تھا  
کھڑا تھا اسی دشت میں یہ دیہ  
قریب آ کے پہلے بزمک بشر  
اشارہ کیا پھر کہ اسے ذی وقار  
دمان بند پائی جوار و فراہ  
وہ اڑتا ہوا دشت و کسار میں  
یہ مصروف سیر گلستان ہوا  
بے دل میں سوطر کی آرزو  
کچھ آگے بڑھا تھا یہ شوریدہ سر  
قریب آ کے وہ رشک ماہ تمام  
کہا آپ کیون رونق افرا ہو سے  
یہ گلشن نہیں ہے مقام بشر  
صنوبر پری کی یہ ہے سیر گاہ  
پرستان کی ہو یہ سب گلزمین  
ادھر آدمی زاد آتا نہیں  
صنوبر پری آپ کو دیکھ کر  
حفا وہ ہوئی اسقدر آپ سے  
دیا قتل کا حکم جلا و کو

پھرین اور جانب بسان نظر  
چلا یہ بھی آن سبکی دنبال میں  
کہ آنی نظر ایک دیوار باغ  
ہو میں داخل باغ مثل ہمار  
ہو پتھر در باغ پر دم لب  
ہو اسب وہ نیزنگ جادو عدم  
طلسی چمن بے نشان ہو گیا  
جدھر دیکھیے اک بیابان تھا  
کہ آیا نظر سامنے ایک شیر  
گرا وہ دفا دار کے پاؤں پر  
مری پشت پر ہوشتابی سوار  
اچک کر ہوا شیر زبر سوار  
ہوا وارداک اور گلزار میں  
وہ یکبار نظر ہون سے پھان جا  
اکیلا یہ پھرنے لگا چار سو  
کہ آنی نظر اک پری جلوہ گر  
بجلا لائی آداب نجر اسلام  
کہان سے یہاں جلوہ فرما ہو سے  
یہاں آپ پھرتے ہیں کیون بغیر  
یہاں آ کے ہوتا ہی انسان تباہ  
پر زاد ہیں اس مکان کی بکین  
اگر آگیا پھر کے جاتا نہیں  
پریشان ہوئی سشل دو دھڑل  
کہ دیکھا تو جاتی رہی آپ سے  
کیسا تازہ آئین پیدا کو

مگر آگیا رحم بچار گئی ۛ  
 طبیعت سے جاتا رہا سب ملال ۛ  
 کہا آکے مجھے یہ خدام نے  
 نہ غم کچھ اب کسی بات کا  
 مناسب اگر ہو تو چلیے کتاب ۛ  
 وفا دار نے سنکے یہ داستان ۛ  
 میں ارک ذرہ خاک وہ آفتاب  
 وہ زینت و وسند بر تری ۛ  
 وہاں میش و عشرت سے دل بکنار  
 وہاں سیکڑون میش و پس سیمبر ۛ  
 یہی ہو سب ورنہ اسے نازنین ۛ  
 کہا آسنے یہ سنکے ابخام کار  
 سب داوہ سمجھے کہ مغرور ہے  
 پری ہے کوئی نثر نہ پیدا کرے  
 مصیبت جو پڑنی تھی سر پر پڑی  
 غرض ہو کے مجبور ابن وزیر ۛ  
 وہ لائی سرچشمہ اتب پر ۛ  
 یہاں کا یہی رسم و دستور ہے  
 نہ یا د آیا گذرا ہوا مکر و فن ۛ  
 جو پو پچھتاہ آب آیا نظر ۛ  
 نہ بستی کہیں ہے نہ سبز نہ کہیت  
 تحیر کے عالم میں وہ مبتلا  
 ہوا ہدم یاس و بچار گئی ۛ  
 مقدر کی گردش ہوئی راہبر ۛ  
 قصار اسی دشت جا نکاہین ۛ

انکر گیا سحر بچار گئی ۛ  
 مسافر نوازی کا آیا خیال ۛ  
 کہ لاؤ اسیدم انھیں سامنے  
 ملا خوب موقع ملاقات کا ۛ  
 نہیں تو مجھے دیجیے کچھ جواب ۛ  
 کہا مجھ میں اتنی لیاقت کہاں ۛ  
 میں ناکام و سرگشتہ وہ کامیاب  
 میں فرسودہ چرخ نیلو فری ۛ  
 یہاں صدمہ صدمے مصیبت تثار  
 یہاں روز و شب یکسی ہمسفر ۛ  
 کسی طرح انکار مجھ کو نہیں ۛ  
 نہ عذر آپ کچھ کچھ زینہ سار ۛ  
 مصیبت کے عالم میں بھی دور ہے  
 کہیں قید تکو نہ بجا کرے  
 مضر جس سے ہو وہ کرد اس گھڑی  
 چلا ساتھ آسکے بلا میں اسیر ۛ  
 کہا اس میں تو پیش تر غسل کر ۛ  
 بغیر اسکے ملا بہت دور ہے  
 ہوا چشمہ آب میں غوطہ زن ۛ  
 اُسے ایک میدان وحشت اثر  
 چمکتی ہے کوسوں ہر اک سمت است  
 کسی سمت مجبور ہو کر چلا ۛ  
 دو بارہ بنا خاک آوار گئی ۛ  
 بنی بکیسی دشت میں ہمسفر ۛ  
 ملا ایک تکیہ اُسے راہ میں ۛ

کسی روز کا بھوکا پیاسا دمان  
 دکھائی دیا تخت پر اک فقیر  
 بجلی کا سر سے قدم تک ظہور  
 ریاضت سے تھا اس قدر ناتوان  
 ادب سے سلام اس نے جبکہ کر کیا  
 کہ صبر سے ہوا رونق افزا دھر  
 وطن سے کہاں کون سے شہر میں  
 کہا اس نے مرشد بیان کیا کروں  
 بظاہر کوئی بھید ایسا نہیں  
 یہ بولا وہ آئینہ پرواز دل  
 غرض اس نے اول سے تا انتہا  
 وہ مردِ حق اندیش ستارا  
 تسلی اسے دے کے ہر طور سے  
 اٹھا یا گھڑی بہرین زانو سے سر  
 پھنسا ایکے ہوا ایسے جنجال میں  
 بیان کا رخانہ ہے سب سحر کا  
 مگر دل میں تو اپنے گہرا نہیں  
 دل و جان سے تیرا میں دلوں پہ  
 طلسمات میں ہو کہ باہر کہیں  
 یہ فرما کے دی ایک انجھتری  
 جہان کوئی پیش آئے آفت تجھے  
 اسے دیکھ کر دل میں کرنا خیال  
 سوا اسکے جتنے ہیں دنیا کے کام  
 وفا دار یہ سننے کے رخصت ہوا  
 وہ گرم سفر تھا بزمِ صبا

وہ پھونچا دل آشفہ و خستہ جان  
 بزرگ و کم سن سال درویشِ ضمیر  
 سراپا بشکل قدِ شعلہ نور  
 کہ سایہ بھی ہوتا تھا تن پر گران  
 کہا اس نے بابا ترا ہو بھلا  
 کہاں رہتے ہیں تیرے مادر پدر  
 ولایت کا کیا نام ہے دہرین  
 عیان راز کو میں عیان کیا کروں  
 جو حضرت کے دل پر ہویدائیں  
 بھلا کچھ تو بیٹا کمور از دل  
 جفاے ظلم کا کہا ماجرا  
 قلع میں سر و سینہ دہنتا رہا  
 توجہ کی دل کی طرف غور سے  
 کہا اسے سفر کردہ جسم و بڑ  
 کہ چھٹنا ہے دشوار ہر حال میں  
 کسی میں اثر تک نہیں مہر کا  
 تجھے کوئی صدمہ دے ایسا نہیں  
 شریک مصیبت شب و روز ہوں  
 مددگار تیرا ہوں میں ہر کہیں  
 کہا بس ہے یہ بہر سحر و بری  
 رہائی کی سوچی نہ صورت تجھے  
 میں حاضر وہیں ہونگا بے قیل و قال  
 برآئینگے برکت سے اسکی تمام  
 روانہ سوے دشتِ غربت ہوا  
 کہ پیش آئی اک اسکو تازہ بلا

اسی دشت پر خار و جاکا ہ میں ۛ  
 جو پھوپھا قریب آئے وہ دور سے  
 میں کب سے تری نظر ہوں بیان ۛ  
 پڑا رہ گیا کس جگہ ہمشل ۛ  
 چلا آئے ہمراہ وہ خستہ جان ۛ  
 لیے اسکو ہمراہ وہ نازنین ۛ  
 نہ دربان نے بڑھ کے روکا آئے  
 جب اس قصر عالی میں رکھا قدم  
 یہ دیکھا کہ دالان میں تخت پر  
 فقط ایک دو لونڈیاں اُسکھڑی  
 وفا دار کو دور سے دیکھ کر  
 بٹھا کر قریب اپنے پوچھا فزاج  
 سخن آشنائے زبان کیجیے  
 کہا اسے بت فیرت آفتاب  
 محبت میں کچھ بن نہ آئی مجھے  
 یہ سنکر بہت پھولی وہ گلزار  
 یہ سمجھی کہ ایسی ہوں صاحب جلال  
 لگا وٹ کی پھر باتیں کرنے لگی  
 بنی حیلہ و فن سے دلسوز وہ ۛ  
 وفا دار نے شب کا وعدہ کیا  
 چپا پردہ شب میں جب آفتاب  
 ہوئی انجمن خالی اغیار سے  
 طلب بادہ و جام مینا کیے  
 کل کر ہوئی دخت رز بے حجاب  
 پری کو وفا دار نے چپٹ کر

ملی ایک عورت اُسے راہ میں ۛ  
 کہا اُنے فرزند دستور سے ۛ  
 ہوئی اس قدر دیر تھک کو کھان  
 اُٹھا پاؤں جلدی مرے ساتھ چل  
 ملا بڑھ کے کچھ دور پر اک مکان  
 ہوئی داخل اُس گھر میں مثل حکیم ۛ  
 نہ خواجہ سراؤں نے ٹوکا آئے  
 ہوا ہر مکان پر گمان ارم ۛ  
 پری ایک ہے جلوہ بخش نظر  
 پس پشت ہن دست بستہ کھڑی  
 کھڑی ہو گئی وہ بت سیمبر ۛ  
 کہا کیوں ادھر لائے تشریف آج  
 سب آنے کا کچھ بیان کیجیے  
 توے عشق میں ہوں پریشان خراب  
 تنہا تری کہینچ لائی مجھے ۛ  
 ہنسی صورت فحشہ نو بہار  
 کہ انسان بھی ہن مرے پائمال  
 بنا وٹ سے دنرات مرے لگی ۛ  
 ہوئی طالب وصل اک روز وہ  
 نشلی سے دل شاد اُسکا کیا  
 رخ ماو تا بان ہوا بے نقاب  
 وہ بت ملے بیٹھی وفا دار سے  
 طرب نیر اسباب یکجا کیے  
 بڑا نیکے دست ہوں اضطراب  
 کیا سحر تھری سے بے نبر ۛ



کیا کام اپنا اور ہر گھات میں  
 ملی تھی فقیر حق اندیش سے  
 پلائی بت نازنین کو شتاب  
 ہوئی عالم نشہ میں بے خبر  
 کیا قتل آسے حکم تقدیر سے  
 لے آیا دمان سے کسی عوض پر  
 کسی نے یہ صورت بتائی آسے  
 تو اس لاش کو پھینک دے عوض میں  
 یہ گھر سحر سے تیرہ و تار ہو  
 کبھی دل میں نوا اپنے ڈرنا نہیں  
 تامل کی صورت میں ہو گا خراب  
 کسی طرح کا کوئی کھٹکانہ نہیں  
 سنی جب یہ آسے صدائے سروش  
 اسی عوض میں لاش وہ ڈال دی  
 ہوا صحن خانہ میں پیدا دھوان  
 ہوا قیرگون آفتاب منسیر  
 مکانات سب بھٹ پڑے بے مکن  
 زمین شق ہوئی ہیبت و شور سے  
 سفید از دما ایک پیدا ہوا  
 یہ کو داس آب صفا بہرین  
 دمان پہنچے جو وقت نہ پر قدم  
 لانا گمان ایک زینا آسے  
 دمان ایک بھگلا سا آیا نقطہ  
 سا گلزمین چمن کی طرح  
 دھری لاش ہے اس نمونہ ساز کی

لگایا آسے جھوٹ سچ بات میں  
 انگوٹھی جو لایا تھا درویش سے  
 آسے دھوکے غفیعہ میان شراب  
 وہ پیتے ہی بیہوش آئی نظر  
 وفا دار نے ضرب شمشیر سے  
 اٹھا کرتن مردہ کو بے خطر  
 صدا غیب سے ایک آئی آسے  
 کہ بیٹھا ہو کیا فکر و عوض میں  
 اگر کوئی آفت نمو دار ہو  
 کس طرح اندیشہ کرنا نہیں  
 اسی عوض میں کو دڑنا شتاب  
 انگوٹھی کی برکت سے بچ کو کہیں  
 سراپا وفا دار تھا شل گوش  
 بلا سے آئی ہوئی تامل دی  
 گھڑی بھرن گزری تھی ناگہ دمان  
 اوڑا کر ہوائے کیا اوج گیر  
 ملی خود بخود ہر طرف سے زمین  
 بکا یک تڑا قاف ہوا زور سے  
 دہن غار سا کچھ ہویدا ہوا  
 وہ بکا و فادار پر قہر میں  
 بیان کچھ نہ باقی رہا جسدِ عدم  
 ہوا مرگ سے بڑھ کے جینا آسے  
 جو پھونچا اسی راہ سے بام پر  
 سہا سرے پاک و طعن کی طرح  
 جماعت میں دمساز و ہراز کی

مگر خود بخود صورت آسمان  
درِ خانہ پر ایک زنگی پہ  
یہ سامان حیرت فزا دیکھ کر  
نہ بن آئی جب کچھ جگر ریش سے  
تامل سے نقشِ بچین دیکھ کر  
گھڑی بھر میں وہ عارفِ بالکل  
کہا کیون کیا یاد بیشا مجھے  
قد مبوس ہو کر مہتمم اہم  
خدا دوست نے چند از نہان  
وہ کا فرا سے دیکھ کر سامنے  
غضب میں بنا آتشِ شعلہ زن  
دکھا کر اسے حرفِ نقشِ بچین  
وہ سنتے ہی ڈر کر گریزاں ہوا  
ہمان سے یہ آگے بڑھنا بے خطر  
انگوٹھی کو پانی میں دھو کر شاب  
وہ دورِ طلسمی نہان ہو گیا  
خواصین جو دو ایک تھیں اس پاس  
وفا دار آہستہ بڑھتا ہوا  
جب اس لاش کے پاس پہونچا جری  
ادھر لاکے رکھا اسے آگ پر  
ہوئی لاش مثلِ بچین جلکے خاک  
نہ وہ بامِ زمیں نہ بنکلا رہا  
وفا دار نے آگے پیشِ فقیر  
نہ لیتے اگر آپ آکر خبر  
رہے حشر تک آپ کا فیض عام

شب و روز گردش میں ہے وہ مکان  
کھڑا ہے لیے تیغ و تیر و تہ  
وفا دار کا دل ہوا پر خطہ  
مدد چاہی اس مرد درویش سے  
تصور میں کی سوے مرشدِ نظر  
ہو آ کے موجود شکلِ خیال  
بتاؤ ابھی کام میرا مجھے  
بیان کی وفا دار نے یک قلم  
سکھا کر کیا سوے زنگی روان  
چلائے کے تیغ و تیر سامنے  
جبین پر جبین قضا کی شکن  
وفا دار بولا کہ بھاگ اوسین  
کسی کوہ میں جا کے پناہن ہوا  
پہونچ کر مسرت میں نزدیک در  
کئی بار چھڑکا برنگِ گلاب  
اسی وقت ساکن مکان ہو گیا  
وہ سب اوگر کین ڈرے شل جو اس  
گیا نقشِ تخیل بڑھتا ہوا  
تو لے لی زمرہ کی انگشتی  
و یا جسمِ بجان نے شعلہ اودھ  
ہوا قصہ برسمون کا دم بھریں پاک  
ہمیشہ سے جھگڑا تھا جنگا رہا  
کہا اسے مرے مرشد دوستگیر  
خدا جانے بناتی کیا جان پر  
خدا رکھے زندہ سلاست مدد

صفا ہو میاتِ ابد آپ کو  
 بچی جان آزاد غم سے ہوا  
 مگر دل میں اک اور ہے آرزو  
 شب و روز رہتا ہے مجھ کو الم  
 کہا باغدانے وہ ہے کیا امید  
 بیان کس لیے صاف کرتا نہیں  
 کہا شاہ جی نے نہ کر کچھ الم  
 قضا را وہ دلبر پری تخت پر  
 ہوا شاہ صاحب کو ثابت یہ بھید  
 اٹھا کر اسی وقت کا غنہ قلم  
 یہ مضمون تھا بعد عنوان کے  
 گھڑی بھر کو شریف ادھر لایے  
 یہ بیجا نہیں نامہ پیغام ہے  
 یہ لکھ کر پری کی گزر گاہ میں  
 اسی سمت نکلی جو وہ رخسار ماہ  
 منکا کر ڈھا اور گیسرا گئی  
 ہوا سے اتارا اُسیدم سریر  
 پس رسم لطف و ادائے پاس  
 کہا یہ وفا دار عالی گھر  
 مرے واسطے روز شام دیکھا  
 کسی طرح شہنشاہ کا پیہن  
 یہ اسکے لیے ہے پریشان خراب  
 اگر آپ نہ عوفہ عین پرستان بین  
 محب کیا کہ ہو کامیابی نصیب  
 یہ ہو بہرہ در اپنے ارمان سے

کہے خضر ہر نیک و بد آپ کو  
 یہ سب آپ کے دم قدم سے ہوا  
 کہ پھرتا ہوں جبکے لیے چار سو  
 نہ جینے کی شادی نہ مرنے کا غم  
 کہ تو جبکے لئے سے ہے نا امید  
 کہا اُسے پا بوسی مہ جبین  
 ابھی اسکی تدبیر کرتے ہیں ہم  
 ہوا سے ہوئی اک طرف جلوہ گر  
 کیا شکر بولے برائی امید  
 کیا رقعہ دلبر پری کو رقم  
 کہ ہم بھی ہیں مشتاقِ احسان کے  
 کوئی بات کہنی ہے سن جائے  
 ضرورت ہے کچھ آپ سے کام ہے  
 کہیں رکھ دیا دشتِ جانکاہ میں  
 پڑی شاہ صاحب کے خط پر نگاہ  
 اوڑھے ہوش و ہمت سے بھرا گئی  
 ہوئے آکے پا بوس مردِ فقیر  
 بٹھا کر خدا دوست نے اپنے پاس  
 سمجھتا ہوں جب کو میں اپنا پر  
 سرورِ دل و جان ہے نورِ بنگاہ  
 جدا ہو گیا ہے سفر میں کہیں  
 نہ راحت ہے دن کو نہ رات کو خواب  
 پھرین چند مدت بیا بان میں  
 ملین عیش و عشرت سے دونوں خراب  
 میں راضی ہوں رشت سے احسان سے

کہا ہنس کے دلبر پری سے حضورؐ  
 بہت دن سے شہزادہ مہم جبینؐ  
 مکان پر مے رونق نسہ دژینؐ  
 انھیں نے خبر دی وفا دار کوؐ  
 جدائی سے شہزادہ مہم جبینؐ  
 ہمیشہ تلاش و فساد میںؐ  
 اجازت اگر آپ سے پاؤں میںؐ  
 روانہ ہوں گھر کو یہاں سے ابھیؐ  
 یہ سنکر بہت خوش ہوئے شاہ جیؐ  
 خدائی تجھی کو سنہ اور ہےؐ  
 یہ کہہ کر بلایا وفا دار کوؐ  
 سمجھ کر بزرگوں کے مانند خودؐ  
 و عادی کے دونوں سے نصرت ہوؐ  
 بٹھا کر وفا دار کو تخت پرؐ  
 وہاں آ کے اتری بہت ناز میںؐ  
 یہ فرودہ دیا غم کے بیمار کوؐ  
 وہ دلخستہ گمراہ کے بولا کہاںؐ  
 تامل سے دیکھا کیا وہ غریبؐ  
 وہ ملنے کے خاطر ہوا اٹھ کھڑاؐ  
 ملے دونوں منت کش در دو غمؐ  
 بہم بہم آہ وزاری رہےؐ  
 اٹھے دل میں کیا کیا محبت کے جوشؐ  
 کئی روز تک سرگدشت سفرؐ  
 ہویدا مگر ختم افسانہ سےؐ  
 خدا جلنے وہ دونوں ما و تمامؐ

تلاش اسکی محب کو نہیں کچھ ضرورؐ  
 مرے یہاں ہیں مرے ہنشینؐ  
 وہیں جلوہ فرما شب دروزہاںؐ  
 انھیں نے کہی داستان یار کوؐ  
 شب و روز رہتے ہیں اندوہ میںؐ  
 پھر اکر تی ہوں دشت و کسار میںؐ  
 وفا دار کو لے کے اڑ جاؤں میںؐ  
 ملا دوں میں شاہ جہاں سے ابھیؐ  
 کہا کیوں نہ ہو مر جاواہ جیؐ  
 سوا تیرے جو کچھ ہے بیکار ہےؐ  
 گلے سے لگایا وفا دار کوؐ  
 کیا خاص دلبر پری کے سپردؐ  
 روان گھر کو پھر طریقت ہوئےؐ  
 پری نے کیا سوئے خانہ سفرؐ  
 جہاں رونق افروز تھا مہم جبینؐ  
 کہ ہم جا کے لائے وفا دار کوؐ  
 کہا وہ پر یزادوں کے درمیانؐ  
 یہ پر یوں کی جھڑپ میں بھونچا پڑاؐ  
 یہ مشوریدہ سر پاؤں پر گر پڑاؐ  
 ہوئے جوش زن دل میں رنج و المؐ  
 بڑی دیر تک اشک جاری ہےؐ  
 رہا روتے روتے کسی کو نہ ہوشؐ  
 بہم کہتے سنتے رہے رات بھرؐ  
 کہ واقف نہیں حال جانا نہ سےؐ  
 کہاں کس مصیبت میں ہیں صبح و شامؐ

اسی غم سے دوزخات ہوتے رہے  
 جگر آتش ہجر سے سوزناک ۛ  
 شب بزم عشرت سے نفرت اٹھین  
 لبون کو شکر خندشا دی حرام  
 یہ احوال دلبر پری دیکھ کر  
 ہوا ٹکڑے ٹکڑے قلق سے جگر  
 یہ سوچی کہ ہو ایسی تدبیر کچھ  
 کروں جستجو رشک گل کی کہین  
 دل افروز کے واسطے دھرمین ۛ  
 عجب کیا کہ تقدیر یاد می کرے  
 وہ دونوں ہم آغوش ہوں یارے  
 یہ ٹھہرا کے دلبر پری بے ہراس  
 کہا اب نہ ارتنا الم کیجیے ۛ  
 ارادہ ہے میرا سفر کے لیے ۛ  
 جو ملتے ہیں تو آنکو لاتی ہوں میں  
 ملائی ہوں عشوق غنوار کے ۛ  
 اگر یہ نہ ممکن ہوا بخت سے ۛ  
 ملا دوں گی جان حسین خاک میں  
 یہ سنگ پریشان ہوا مہربین ۛ  
 یونہیں خاک ہونے دوارمان کو  
 نہ بر آئے گا کام تدبیر سے ۛ  
 خدا و بخت ہے چرخ نامنہان  
 مبادا کہین پھر گرفتار ہو ۛ  
 اٹھی سنکے دلبر پری یہ بگلا ۛ  
 اسی دم مٹا کر کینزوں سے تخت

رخ یاس اشکون سے دھوئے رہا  
 گریبان دل دست دشت سپہاک  
 دل آویز صحبت سے نفرت اٹھین  
 ہمیشہ اٹھین تلخکامی سے کام  
 ہوئی کثرت رحم سے چشم تر ۛ  
 بہانے لگی اشک رخسار پر ۛ  
 کہ ہوں شاہ جس سے یہ دلگیر کچھ  
 کہ فرقت میں مرجایگا مہربین  
 اوڑاؤں میں اب خاک ہر شہر میں  
 کچھ اپنا کرم ذات باری کرے  
 ملین مہربین دونا دارے  
 لگی ایک دن شاہراہ کے پاس  
 جو غم آپ کرتے ہیں کم کیجیے ۛ  
 آن آفت زدوں کی خبر کے لیے  
 نوید مبارک سناتی ہوں میں ۛ  
 چھڑاتی ہوں فرقت کے آزار سے  
 تو گر کر زمین پر سر تخت سے  
 ساجا دوں گی میں کہین خاک میں ۛ  
 کہا یہ ارادہ مناسب نہیں ۛ  
 نہ ڈالو مصیبت میں خم جان کو  
 نہیں ہے یہ اسید تقدیر سے  
 مجھے خوش دلی کی توقع کہان  
 رانی مصیبت سے دشوار ہو ۛ  
 کہا آپ دیکھیں تو ہوتا ہے کیا  
 آڑی جانب قاف ویک بخت

بھری مدتوں تک پرستان میں  
 پنا یا کہیں رشک گل کا پتا  
 بھری ہو کے بابوس گھر کی طرف  
 ملا راہ میں ناگسان اک شجر  
 ازل سے جسے مثل نخل جان  
 دل آویز و خرم ہمیشہ بہار  
 عیان پتے پتے سے شان کرم  
 یہ جلتی ہوئی دھوپ میں تخت پر  
 تر و دین بھی تھی غم سے بھری  
 ملین و دونوں آپس میں زیر شجر  
 کیا اسنے غم مہ جبین کا بیان  
 کہا اسنے سنکر بعد اضطراب  
 انھیں کے لیے ہو جگر پاش پاش  
 کہا مدتوں سے یہ شمس و قمر  
 اگر چند دم آپ ٹھہریں یہاں  
 کہا اسنے رشک اے سیمبر  
 وہیں ٹھہری وہ حور پیکر پری  
 پھونچ کر یہاں دشت و کسار سے  
 دیا مژدہ رشک گل شاد شاد  
 ٹھکانے لگی محنت و جستجو  
 کہا مہ جبین نے کہ دبیر پری  
 کہا ہو نگلی ہمراہ خدمت میں  
 اسیدم بٹھا کر انھیں تخت پر  
 وفا دار و کبر پری مہ جبین  
 لگا کر گلے مہ لقا پیار سے

تجس کیا ہر سیا بان میں  
 سنا نام تک بھی نہ انسان کا  
 چلی شہر و قصر پدر کی طرف  
 بلند و تروتازہ و بارور  
 کبھی غم تبہر کا نہ بیم خزان  
 فدا غلہ فردوس ہر دم تبار  
 برنگ کھنکھ دست اہل ہمم  
 وہیں ٹھہری سایے میں زیر شجر  
 کہ آئی و مان اور بھی اک پری  
 ہوئی پریش حال با یکہ گری  
 سنائی وفا دار کی داستان  
 کہاں ہیں یہ دونوں پریشان جزا  
 انھیں کی ہمدت سے جھلو تلاش  
 مرے گھر میں ہیں روز و شب جلوہ گر  
 ابھی لا کے حاضر کروں بیگمائی  
 اسیدم ہو اہونہ تا خیر کرے  
 اوڑی تخت پر اپنے دبیر پری  
 کہا مہ جبین وفا دار سے  
 کہا لو بر آئی تمھاری مراد  
 فلان جا ہیں وہ دونوں غور شد  
 رسائی و مان ہوگی کیونکر مری  
 چلو نگلی و ناتک رفاقت میں  
 اوڑی تیز جس طرح غیبی خبر  
 پھر بھر میں یہ قینون ہو چکے ہیں  
 ملی مہ جبین وفا دار سے

مدارات کے بعد بے اختیار  
 چلی اپنے گھر کی طرف شاد  
 جہان رخصت گل جلوہ افروز تھی  
 وہیں دفعتہ رونق پیدا ہوئی  
 کہیں رنک گل نے اٹھایا جو سر  
 اٹھی شوق میں صورت جوش وہ  
 لپٹ کر جگر خستہ رونے لگی  
 نقان نے اٹھائے مزے جوش کے  
 اٹھایا سر شور فساد نے  
 اٹھی ہو کے مجبور دلبر بری  
 بس اب آ کے بیٹھو خدا کے لیے  
 خوشی کی کچھ آپس میں باتیں کرو  
 خدا پھر یہ دن دکھائے نہیں  
 غرض پاک کے ایامے دلبر بری  
 ہو یہ بطکم اٹک حسرت کے ساتھ  
 بیان غم کے طومار ہونے لگے  
 ادھر تہ لگانے پے میہمان  
 انھیں لاکے شانہ انداز سے  
 زن و مرد خدام مقرر کیے  
 میاں سب اسباب آرام کے  
 یہ جو فلک کے ستارے ہوئے  
 اسی گھر میں ممان رہنے لگے  
 ہر اک شوق کی رکھتی خبر تہ لقا

ہوئی مہ لقا تحت زبر پر سوار  
 لیے نامرادوں کے دل کی مراد  
 جہان ہمد مغم دل افروز تھی  
 وہیں صورت عیش پیدا ہوئی  
 یکا یک پڑی مہ جبین پر نظر  
 قلق میں ہوئی خود فراموش وہ  
 ہم رخصت ہوش ہونے لگی  
 نیسے بوسہ بہاے خاموش کے  
 ستا یا غم طبع ناشاد نے  
 کہا ہو چکی رسم نوہ گری  
 ندو جان آہ دیکا کے لیے  
 ہنو بولو ٹھنڈھی نہ سانسین بھرو  
 ہنسا کر نہ اصلا رولائے تھیں  
 جدا ہو گئے زہرہ و مشتری  
 ہم مل کے بیٹھے محبت کے ساتھ  
 مصیبت کے اظہار ہونے لگے  
 مکان ایک بنجو اسکے مثل جان  
 فروکش کیا جاہ و اعزاز سے  
 درون و درون سب نے بترکیہ  
 ہر اک کام پر آدمی کام کے  
 عوض عیش کے بیج پائے ہوئے  
 ہم قصہ محبت کہنے لگے  
 یہیں رہتی شام و سحر تہ لقا

وطن کی طرف شاہراہ کی مراجعت مان باپ کی  
 ملاقات عاشق و معشوق کی موصفت

فرا دم لے اے ساتی تند فوٹا  
 پلا درد ہی مژ نہیں ہے اگر  
 تمامی پر افسانہ عشق ہے  
 اسی گھریں دو چارون تبہین  
 تمامی ارادہ رہے کامیاب  
 ہوس سرخرو اپنے ارمان سے  
 کیا یک جو بدلا طبیعت نے رنگ  
 کما رشتک گل سے کہ اے نازین  
 تنائے مادر ہے شوق پردہ  
 مناسب اگر ہو تو اس بات کو  
 کما رشتک گل لئے کہ اے مجہین  
 اجازت اگر ہو تو اس کام کو  
 کما آئے موقع محل دیکھ کر  
 غرض شب کو پر یون کا جلسا ہوا  
 ہوا ہر طرف گایون کا جھوم  
 گئی رشتک گل بھی دل افروز بھی  
 انھیں دیکھتے ہی اٹھی مہلقا  
 سحر تک یہی شہر برپا رہا  
 مگر مہلقا نے جو دیکھا انھیں  
 جو پوچھا سب کچھ نہ ظاہر کیا  
 قسم دی تو وہ غیرت یا سمن  
 کما کہ بین کو ہے شوق وطن  
 کچھ ایسی ہواں روز و دن دل لگی  
 تنہا ہونے کی مان باپ سے  
 یہ سنکر دیا مہلقا نے جواب

گھڑی بھر کی ہے بات گھبرانہ تو  
 کہ آواز مطلب ہے انجام پر  
 روان گھر کو دیوانہ عشق ہے  
 رہا عیش و عشرت کے ہر دم زین  
 پھری نامرادی پریشان خراب  
 قلق رنج و حسرت پشیمان سے  
 ہوئی دل میں پیدا وطن کی آنگ  
 فراق وطن اب گوارا نہیں  
 انھیں کا مجھے غم ہے شام و سحر  
 کھو مہلقا سے کبھی رات کو  
 چو کہتے ہو کچھ بات مشکل نہیں  
 کروں عرض میں آج ہی شام کو  
 کروٹنی مناسب ہو جس طور پر  
 طرب خیز ہنگامہ برپا ہوا  
 محی خوب گانے بجانے کی دھوم  
 پر آئندہ خاطر بھی دلسوز بھی  
 قریب اپنے پہلو میں بٹھلا لیا  
 یہی رقص نہ تماشا رہا  
 جگر خستہ دلگیر پایا انھیں  
 دل آزدگی سے نہ ماہر کیا  
 ہوئی چہرہ آراے عرض سخن  
 سالی ہے دل میں ہوا کے سن  
 کہ پر ہون توڑ جائیں گھر کو بھی  
 اجازت کے مشتاق ہیں آئے  
 ابھی سے ہے کیوں اس قدر طرب



ہوا کھائیں کچھ دن پرستان کی  
 اگر یہ نو مرضی ہم مجبین  
 یہ سنکر کہا رنگ گل نے حضور  
 وطن کی محبت سے مجبور ہیں  
 جب آجاتے ہیں یاد انکے سلوک  
 پسند آپ سے دلفگاری نہیں  
 یہی چاہتے ہیں غریب الوطن  
 کہا مہ لقا نے کہ اے سیمبر  
 نمون دل میں تامل مجبین کچھ طول  
 یہ سنکر وہاں سے اٹھی رنگ گل  
 ہوا شاو و خرم وہ عالی تبار  
 کہ بچھڑے ہوئے تھے ملایا ہمیں  
 خفا مرگ تک ہم غریبون سے تھی  
 غرض دور سفر ہو گئی  
 اٹھی مہ لقا بستر خواب سے  
 کنیزوں نے حاضر کیے چار تخت  
 دھڑے ایک پر عمدہ عنوان کے  
 لیے ساتھ دو ہمد و عکسار  
 سنی جب یہ دلبر بری نے خبر  
 کہا مہ لقا سے کہ رخصت حضور  
 کہا کیون کہا اک بڑا کام ہے  
 بہر کیف شریعت بھائی ہے  
 گئی گھر کو اور گروہ رنگ میں  
 یہ چرخ مگردان پھراتی ہوئی  
 انھیں مہ لقا صورت مہروا

کرین سیر پر یون کے ایوان کی  
 تو رخصت میں کچھ عذر مج کو نہیں  
 نہیں اس میں کچھ ہم مجبین کا قصور  
 مسافر ہیں مان باپ سے دو ہیں  
 محبت سے اٹھتی ہر سینے میں ہوک  
 یہ بتا بیان اختیاری نہیں  
 کہ ہم کل روانہ ہوں سوئے میں  
 مبارک بھی یہ دن ہے بہر سفر  
 مجھے فرقت ناگہانی قبول  
 کہا آکے شہزادی سے حال کل  
 کیا سجدہ شکر پروردگار  
 چھٹے غم سے گھریا دیا ہمیں  
 یہ امید کہ نصیبوں سے تھی  
 وہ دن شب ہوا شب سحر ہو گئی  
 ملی آکے مہمان بیتاب سے  
 ہوئے جلوہ گرد و دوبیدار تخت  
 خواصوں نے تحفے پرستان کے  
 ہوئی ایک پر مہ لقا خود سوار  
 اسی وقت حاضر ہوئی تخت پر  
 قد موس کل آکے ہونگے ضرور  
 کہا واہ کیا خوب کیا کام ہے  
 مگر حسب وعدہ ضرور آئیے  
 ہوا پر چلے تخت سوئے میں  
 تماشاے قدرت دکھاتی ہوئی  
 اوڑ لائی دو دن میں برسوں کی راہ

اتر کر زمین پر قریب سحرۃ  
 مقام غنسا میں وہ غربت نصیب  
 کیا ایک یہ دیکھا کہ پیش نظر  
 ملی نہ تھا سے وہ مست شباب  
 کہا آنے بی کیسی دولت ہے یہ  
 اسی کے لیے آپ کو چھوڑ کر  
 پھر آنے مفصل حقیقت کسی  
 تضرار و مان سے کسی کو سبق  
 سو جھائی نئی بخت بیدار نے  
 و مان جلد کے ارباب بازار سے  
 کیا ساز و سامان شاہی بہم  
 سوار و پیادہ سے وہ سرزمین  
 دیا دخل بہت کو ہر کام میں  
 سنی حاکم شہر نے یہ خبر  
 اراکین دولت سے پوچھی صلاح  
 انھوں نے کہا آپ چل کر ملین  
 دم صبح و عصر و جم حشم  
 مروت محبت سے اخلاق سے  
 نہرا روں تھا لفت کیے پیشکش  
 نظر کی جو سوئے کنیران میں  
 جو پوچھا تو پیش شہ خوشصال  
 کہ دریا میں طوفان جہدم اٹھا  
 کسی کا نہ کوئی رہا آشنا  
 کسی تختے پر بیخود و بیجان  
 کئی دن کے بعد ایک آیا جہاز

ہوئے ایک میدان میں جلوہ گر  
 خرامان تھی تخت پری کے قریب  
 ہوئی آ کے دلبر پری جلوہ گر  
 کیا پیش گنجینہ بجباب  
 کہا تم جبین کی امانت ہے یہ  
 گئی تھی میں دوسری ہوئی آنے گھر  
 جو گزری تھی تکلیف و حجت نئی  
 کوئی شہر تھا دلکش و خوب تر  
 کہ اس سیم وزر سے وفا دار نے  
 خریدے جو اسباب درکار تھے  
 لیا ساتھ اسباب جاہ و حشم  
 ہوئی رشک کر گہ شاہ چین  
 ترقی کی انعام و اکرام میں  
 ہوا خوف سے قلب زیر و زبر  
 کہا اسمین کیا ہے بھاری صلاح  
 بھلا ہے جو دو پاک گوہر ملین  
 چلائے کے ہمراہ خیل و خرم  
 ملا آ کے سلطان آفاق سے  
 خصوصاً کسی عورتیں ماہ و شش  
 تو وہ سب کی سب نکلیں اپنی خواہش  
 انھوں نے کیا اس طرح عرض حال  
 ہوئے تختے کشتی کے بھٹ کر جدا  
 بہا ہر بشر بنکے نا آشنا  
 ہوئے خادمان حرم بھی روان  
 کہیں جاتے تھے تاجران حجاز

آبولیٹ اُن سب کا سردار تھا  
 نکلوا کے ہم سبکو طوفان سے  
 زمانے میں پل بھر کے آیا یہاں  
 دیا عیش و عشرت کا دھوکا ہمیں  
 اسی دن سے خدمت میں رہتے تھے ہم  
 یہ شکر بھر آیا دل ہمہ جبین  
 ہوا ہو جو صرف انکی قیمت میں زر  
 غرا صین یہ ہنسکو عنایت کرو  
 یہ سنتے ہی شہ نے بعد مضطراب  
 ٹھہر کر دم چنہ را ہی ہوا  
 ادھر دوسرے روز وقت سحر  
 وہ پر یان طلبگار رخصت ہوئے  
 کہا ساتھ دو عورتیں جائیگی  
 مرے چلنے کی آگے حاجت نہیں  
 یہی رشک گل سے دل فروز ہے  
 کہا مہ جبین نے کہ اے مہ لقا  
 تمہارے سب سے برائی مراد  
 دل و جان سے پابند فرمان ہو میں  
 غرض خوب اظہار محبت کیا  
 اوڑیں تخت پر وہ وطن کی طرف  
 برابر یہ تھا راہ میں انتظام  
 ہوا اک طرف کو جو اٹکا گذر  
 یہ دیکھا کہ ہے سامنے اک گروہ  
 نہ چلنے کی طاقت نہ بر جا اس  
 نہ دانہ نہ پانی میسر انھیں

نہایت خوش اوقات زردار تھا  
 کیا شاہان اپنے احسان سے  
 ہمیں اپنے ہمراہ لایا یہاں  
 اسی شاہ کے ماتھے جیبا ہمیں  
 جو ہوتی تھی تکلیف سہتے تھے ہم  
 کہا شاہ سے ہو کے اندوہ گین  
 عوض ایکے کو ہے لعل و گہر  
 اسی پر کرم کی نہایت کرو  
 کیا سبکو خدمت میں حاضر شباب  
 روانہ سو قصر شاہی ہوا  
 کیا شہ نے آگے کو غم سفر  
 گرفتار اندوہ فرقت ہوئے  
 جو خدمت کہو گی بجا لائیں گی  
 یہاں سے یمن تک کچھ آفت نہیں  
 کہا دونوں نے صدق سے سوز  
 کہاں تک کروں شکر احسان ادا  
 تمہاری بدولت پھرے گھر کو شاد  
 ہمیشہ کو ممنون احسان ہوں میں  
 گلے ہلکے دونوں کو رخصت کیا  
 چلے یہ سوا دین کی طرف  
 کہ دن بھر سفر شب کو کرتے مقام  
 بنا رنگب نیزنگ آیا نظر  
 فلاکت زدہ خستہ دل پرستوہ  
 نہ پاؤں میں جوتے نہ تن پر لباس  
 شب دروز فاقہ برابر انھیں

بڑھا کرو فادار نے را ہوا  
 تہ چرخ کیون اس قدر خوار ہو  
 کہا جب سے ڈوبا شہرہ جہین  
 وہ عالی گھر غریب دریا ہوا  
 ہم اسکے قدیمی ہنسکوار تھے  
 گھر چھ نہ بن آئی تقدیر سے  
 تباہی میں جو وقت آیا ہزار  
 چلے ہم بھی اک سمت بہتے ہوئے  
 اسی حال میں اتنے آفت نصیب  
 دہان سے ضرورت کو لی گھر کی راہ  
 نہیں آتھے فاقون سے اپنے قدم  
 وفادار نے آکے با چشم تر  
 ہوا شاد وہ سنکے یہ گفتگو  
 وہ آئے اٹھا شاہ عالی تبار  
 ضرورت کے سامان جو درکار تھے  
 لباس دزد و تپ و تیغ و سپہ  
 و فور کرم سے کیا سر فراز  
 اسی طرح منزل بمنزل وہ فوج  
 سفر کے آخر قریب میں  
 خبر کی کسی نے جہاندار کو  
 کہا لو مبارک ہو اسے شہر یار  
 سفر سے پھرے شان و شوکت کے ساتھ  
 یہ سنتے ہی شہ نے لبھدا بھکار  
 کہا جا کے ہانڈ سے اس حال کو  
 وہ سنتے ہی جاتی رہی آپ سے

کہا اسے گروہ فلاکت شمار  
 اس آفت میں کب سے گرفتار ہو  
 خبر جب سے اس مہروش کی نہیں  
 بغیر اسکے یہ حال اپنا ہوا  
 اشارے میں مرنے کو طیار تھے  
 پشیمان ہوئے ناز و تدبیر سے  
 ہوئے سب اسیر نشیب و فراز  
 تلاطم کے صدموں کو بہتے ہوئے  
 کسی دن میں ساحل کے پونچے قریب  
 چلے خاک اور اتے پریشان تباہ  
 بیان تک مہینوں میں ہو پختہ بن ہم  
 کسی مہ جہین شاہ سے یہ خبر  
 کہا سبکو لاؤ مرے رو برو  
 ملا سب سے بادیدہ اشکبار  
 وہ سب حکم کے ساتھ طیار تھے  
 عنایت کیے شاہ نے سرسبز  
 ہوئے سب طلب حرص سے بے نیاز  
 رہی چند مدت روانہ مثل موج  
 ہوا مہ جہین ایک دن عزیزان  
 دیا خرد و مشتاق دیدار کو  
 ہوئے مہ جہین جلوہ بخش دیار  
 اسی جاہ و اقبال و دولت کے ساتھ  
 کیا سجدہ شکر پروردگار  
 کیا شاد اس غم کی پامال کو  
 کہا صبر کو نکر ہو آپ سے

ابھی جائیے لینے فرزند کو  
 اُسی دم جہا نثار ہو کر سوار  
 ہوے پھر تو واقعت خواص و عوام  
 سنی جس کسی نے جہاں یہ خبر  
 یکا یک جہا نثار کو فیصل پر  
 دلون میں متناہین مضطرب  
 ادھر شاہ کی بقیہ اری بڑھی  
 اُسی عالم حسرت و آہ میں  
 لگا کر گلے سے پسہ کو بدر  
 مرادین جگہ دل میں پاتی تھیں  
 بلا پھر بڑے چاہ سے پیارے  
 ہوئی کم جو وہ حالت اضطراب  
 چپ در است ارکان دولت بچے  
 درویم و گو ہر لٹانے ہوئے  
 دل آسودہ و خرم و ما مراد  
 کیا ہر طرف شہریوں نے ہجوم  
 خرامان خرامان رعیت سپاہ  
 سواری اُتر داکے اغراز سے  
 و قافدار و شہزادہ مہجبین  
 اُٹھی ما در مسد بان دیکھ کر  
 لگا یا گلے دونوں کو پیارے  
 مخاطب ہوئی پھر وہ گل پیراں  
 اُسی آرزوئے جگر سوز سے  
 بٹھا کر سرسبز زرنگا رہا  
 بچی پھر تو اپنے پرانے کی دھوم

مرے تخت دل کو جگر بند کو  
 چلا جانیب مہجبین اشکبار  
 چلی جو نالفت میں خلقت تمام  
 وہاں سے ہوا وہ روانہ اودھڑ  
 نظر آئے وہ دونوں شمس و قمر  
 نگاہیں ہم آغوش بڑھ کر ہوئی  
 اودھڑ مہجبین کی سواری بڑھی  
 اُتر کر لے اک جگہ راہ میں  
 ہجوم قلعہ میں ہوا چشم تری  
 انگین جگر میں سمائی تھیں  
 شہر رشک قیصر و فادار سے  
 و مان سے چلے ہوئے باہم سوار  
 پس و پیش ارباب خدمت بڑھے  
 سواری کا جو بن دکھاتے ہوئے  
 ہوئے داخل شہر مینو سواد  
 ہوئی چار سو آدمی کی دھوم  
 ہوئی آستان بوس ایوان شاہ  
 خواصین بڑھیں ناز و انداز سے  
 محل میں گئے شاد و عشرت فرین  
 ہوئی صدقے قہر بان فرزند پر  
 بلا میں لین جو شمس دل زار سے  
 سونا زینسان چٹہ دہن  
 ملی رشک گل سے دل افروز سے  
 کیے سیم و زر مصل و گو ہر نثار  
 کیا محران حرم سے ہجوم

دعائیں کوئی آکے دینے لگی  
 کوئی پانی پینے لگی وارکے  
 انھیں باتوں میں دن ہوا وہ تمام  
 دلوں میں مرادین ہو میں باغ باغ  
 کہیں رت جگے اقربا نے کیے  
 کہیں نذر مشکلاش کی ہوئی  
 نیازین ہو میں سپہ دیدار کی  
 غرض جب ہوئی صبح صادق عیاں  
 اراکین دولت سے لیکر صلاح  
 اسی بخت میں شوکت و جاہ سے  
 ارا وے دلوں کے ہو یاد کیے  
 دم دید نظارہ حیران تھا  
 مسرت سے دل کو بھرا جان کو  
 کسی روز کے بعد وہ بادشاہ  
 تہمتا سے پین امیر و وزیر  
 عطا کی وزارت و فادار کو  
 وہ مشغول زہد و ریاضت ہوا  
 چھٹا وہ زمانے کے جنجال سے

بلا میں کوئی شوخ لینے لگی  
 بڑھی کوئی ارمان میں پیار کے  
 نمایاں ہوئی روزِ عشرت کی شام  
 جلے قصر شاہی میں مہی کے چراغ  
 کہیں کو نڈے آنا دوانے کیے  
 کہیں روشنی انتہا کی ہوئی  
 بڑھائی لکین مستین پیار کی  
 برآمد ہوا پادشاہ جان  
 مقرر کی تاریخ بہر نکاح  
 کیا بیاہ او نکا بڑی چاہ سے  
 خدائی کے سامان کیجا کیے  
 ہر اک چیز پر شوق قربان تھا  
 نکال غرض خوب ارمان کو  
 ہوا تارک ملک و تخت و کلاہ  
 پسر کو کیا جلوہ بخش سریر  
 کیا ناظم ملک غمخوار کو  
 یہ مصروف نظم ریاست ہوا  
 یہ رہنے لگا جاہ و اقبال سے

### خاتمہ کتاب

ہوئی ختمِ موقت یہ مثنوی  
 سنایا سرِ بزمِ احباب کو  
 ملی سب طرح واد فکرِ رسا  
 خصوصاً سخنِ سنج استادِ فن  
 ادیبِ بکاتِ سخن پروری  
 سپہرِ جهانِ بلاغتِ منیر

کھن داستان سے دکھائی نوی  
 کیا مطمئن جان بیتاب کو  
 ہر اک نے کہا مر جا مر جا  
 ہمہ دان و شبیوا بیانِ زمن  
 ادا فہمِ خاقانی و آوزی  
 شرفِ بخش ما و فصاحتِ متغیر

سنی مثنوی مجھے جسم تمام  
 قوجہ سو لفظ واحد ادا کی  
 زہے نظم تسلیم شیرین کلام  
 منیر اسکی تاریخ کا اکتیس سال  
 اسی طور پر پھر انیس دلی  
 جنہیں شہ گوی مین ہو وہ کمال  
 کوئی ہوز مین آنکو مشکل نہیں  
 کسی دم غم لاء بالی نہیں  
 بہت خوش ہوئے اسکے یہ مثنوی  
 زہو نظم تسلیم معجز بیان  
 زبان اچھی طرز بیان بے نظیر  
 کہیں دخل ہے اعتدالی نہیں  
 عجب ربط ہر ایک قصے مین ہے  
 کہیں ذکر عشق جگر سوز کا  
 مصیبت کسی جانب غم کی ہے  
 کہیں سحر و جادو کی تاثیر ہے  
 کہیں جان کی سب طبع خیر ہے  
 پسند آیا مجھ کو جو یہ رنگ و رنگ  
 کسی نے تاریخ اشرف ہی  
 اسی طرح سروریا ضل سخن  
 شفیق دلی صوری و معنوی  
 طبیعت ہے جنگی ترقی پسند  
 سخن آفرینی طبیعت مین ہے  
 یہ افسانہ شکر ہوئے سست ذوق  
 سنی گوش دل سے کساتی مری

نہایت ہوئے خوش وہ عالی مقام  
 اسیدم یہ تاریخ ارشاد کی  
 مسلسل مرصع جواہر نظام  
 کہ ہو یہ عجب مثنوی بیشال  
 ہوا خواہ تسلیم اشرف علی  
 کہ ہر بات ہو رنگ سحر حلال  
 کبھی وقت فن سے بید نہیں  
 کبھی فکر مضمون سے غالی نہیں  
 یہ تاریخ بے مثل پھر نظم کی  
 کہ ہر بیت سے ہے کرامت عیان  
 اداسے سخن دلکش و دلپذیر  
 مزے سے کوئی شعر غالی نہیں  
 وقایع نگاری نو جسے مین ہے  
 کہیں رنگ حسن دل آفرین  
 مسرت کہیں وصل باہم کی ہے  
 کھلے پھول گلہائے تصویر سے  
 پرستان کی روز و شب سیر ہے  
 دو با لاہوئی اور دل کی آنگ  
 بہار محبت ہے یہ مثنوی  
 بہار گلستان ہر علم و فن  
 محمد ظہیر حسن نیوی  
 ہر اک شعر شعری سے پایا بلند  
 مزہ حسن بندش کا خلعت مین ہے  
 چھلکنے لگا جام صبا سے شوق  
 مزہ دے گئی خوش بیانی مری

اٹھا یا پس فکر کا غد قلم  
یہاں تک ہو دلچسپ یہ داستان  
ہر اک شعر ہے شاہد دلربا  
لب گور سے روح تیر و حسن

کیا اس طرح سال زیب رقم  
بجا ہے اگر کیسے سحر لبیان  
فصاحت ہو صدقے بلاغت فدا  
شب و روز ہے محو داد سخن

اگر فکر ہے شوق تاریخ کی  
رقم کر لکھی خوب یہ لغوی

یہ ہے عرض اہل سخن سے مرئی  
ہنر بن نظر سے ہنر کے سوا  
سرا پا خطا جملہ نسیان ہون  
جہاں ہوں شمیم مساتی سے شاد

گذر اس شخص ہے ارباب فن سے مرئی  
نہ دیکھیں دم سیر میری خطا  
فرشتہ نہیں ہوں میں انسان ہوں  
اگرین نخلبند مضامین کو یاد

جگہم دین دل با صفائیں مجھے  
نہ بھولیں کرم سے دعا میں مجھے

قطعہ تاریخ طبع و سخنور شیوا بیان شاعر شیرین زبان عالم لیلی  
فاضل لودھی جناب مولانا مولوی محمد ظہیر احسن صاحب شوق نیوی  
عظیم آبادی

یکتاے زمان بلنغ دوران  
مت از من بگناہ فن  
ہم شاعر بے نظیر و بی مثل  
بے ند بصناع و بدائع  
از یادہ الفت اتمی  
مخدوم و مطاع مستندان  
فخر الشرا جناب تسلیم  
ماشاء اللہ جو کر و تصنیف  
موسوم با سم ضیح خندان

استاد زمانہ فیض انوار  
مشہور ہمہ دیار و امصار  
ہم منشی بے عدیل و نثار  
در علم عروض بحر زخار  
ہر شام و پگاہ دست و نثار  
تامج الابار و خیر الاخبار  
یار بجمایت خودش دار  
این نامہ نغیر وہم گسار  
اگر دون ضیا جہان انوار



از تازگی گل مضامین  
زیباست که آن بهار جاوید  
عقد گهرست سطر سطرش  
لفظش لفظش مرصع آمد  
هر کس که بگوشش دل شنیدش  
کردند طلب چو اهل مطمح

گشته همه صغمه اشس چمن زار  
تخمه یر شود بخرطه سکه زار  
جمله لفظش چو در شهوار  
زان شد سلب جواهر اشعار  
است است گفت بسیار  
از همت خویش کرد ایشان

شوق از پی سال لطافتش  
زد خامه رقم شگرف گفتار

۱۳۰

مکتب



قوم کی امیدوں پر اور قوم ہی  
کی اغراض پوری کرنے کے لیے یہ پرس  
بھی اسی کارخانے سے جاری کیا گیا ہے  
جسکی چھپائی جنہی روزمین لیتھوگراف  
کا اعلیٰ درجہ مسلم مان لی گئی ہے  
ملک اور قوم اپنے قومی خادم سے  
اد کے لائق جو کام نیگی وہ حاضر ہے  
معاملات کا تصفیہ رخ کی تحریروں سے  
رہنما

کذا خانہ اسمن التجار است کلمتہ  
اس کا خانہ زمین مال عمدہ اور کفایت سے فرخت بہتر نہیں ملے گا  
مقرر ہو گا نا جائز اگر آپ پسند ہو اس میں مجھے کھول دینا چاہئے  
ہر جہاں طلبہ غریب رہا کرتے تھے کہ ان کا کھانا نہ پڑا جائے کہ  
مال نہ رہے جو دل قیمت لے گا بے پیا فرمادے دیوے اسلئے اس میں کھانا









